زیر سرپرستی جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہ

اصلاح

مرتبہ

سید محمد باقر نقوی

مولوی فاضل، صدر الافاضل

مطبع اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

[illegible]: پانچ روپے

سیرت فاطمۃ الزہرا

جناب خانصاحب خان محمد سلطان مرزا صاحب دہلوی واعظ ریٹائرڈ سشن جج مصنف البلاغ المبین تفریق و التحریف فی الاسلام خود نوشت فیض غیرہ کی گرانقدر تصنیف. جناب مصنف کی نظر ثانی اور مکمل مفید قیمتی اضافوں کے بعد نہایت حسن و اہتمام سے عمدہ سفید کاغذ پر بہترین لکھائی چھپائی کے ساتھ دفتر اصلاح نے شائع کیا ہو حجم تقریباً ۷۰۰ صفحات

قیمت چار روپیے ... (للعہ)

صلح الحسن

حضرت استاد الواعظین جناب مولانا سید عدیل اختر صاحب مرحوم سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی شاہکار تصنیف در صلح امام حسن علیہ السلام کے اسباب و اغراض اور اس کے مصالح اور مجبوریاں اور اس سے ملت اسلام کو جو بیش بہا فوائد پہونچے ان سب پر انتہائی محققانہ و محدثانہ انداز میں تبصرہ۔

قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے (عہ/)

مظلوم باپ کی مظلوم بیٹی

امام مظلوم سید الشہداء کے مصائب واقعۂ کربلا ہی تک محدود نہ رہے تھے بلکہ آج بھی دشمنان اہلبیت عزائے حسین کی مخالفت کرکے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں جناب سکینہ اسی مظلوم باپ کی بیٹی ہیں باپ کی میراث میں مال و اسباب کیا پاتیں جب دشمنوں نے لاش غریب پر کہنہ لباس تک نہ رہنے دیا اور بے والیوں کے سروں پر بوسیدہ چادریں بھی منہ ڈھانپنے کے لئے نہ چھوڑیں۔ ان مصائب و آلام کے جو باپ کی میراث میں بیٹی کے ہاتھ آئے مظلومی تھی جو ابھی تک ختم نہ ہوئی۔ پیروان شمر و یزید مختلف پیرایوں میں ان کے ناول لکھ رہے ہیں ۲۰ سال قبل عبدالحلیم شرر صاحب نے حضرت کا ناول سکینہ بنت الحسین نہایت فحش شائع کیا تھا جس نے سنی اور شیعہ دونوں میں آگ لگا دی تھی اس ناول کا بہت ہی تحقیقی مفصل اور نہایت تشفی بخش جواب دفتر اصلاح نے شائع کیا تھا جس کا نام جواب شرر ہے، وہ اتنا پسند ہوا کہ تین مرتبہ چھپ کے ختم ہو گیا۔ دو برس ہوئے پھر ہندوستان کے بعض اخبارات و جرائد نے اسی ناول کے مضامین کو شائع کرکے مومنین کے دلوں کو تڑپا دیا ہے اس وجہ سے دفتر اصلاح نے پھر چوتھی مرتبہ شائع کیا ہے۔ حجم ۳۷۶ صفحات قیمت چار روپے (للعہ)

مجالس خاتون

زنانی مجلسوں میں پڑھنے کے لئے سب سے اچھی کتاب جو خاص عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے اور لڑکیوں کی مذہبی تعلیم ، بی بیوں کی دینی معلومات کا بہترین خزانہ ہے۔ پہلی جلد میں یکم محرم سے دس محرم تک ۳۰ مجلسیں ہیں۔ پانچواں ایڈیشن قیمت تین روپئے

زین العزا

جناب سید زین العابدین صاحب نجفی کے مقبول ترین نوحے جو ملک کے گوشے گوشے سے خراج تحسین اور شہرت عام حاصل کر چکے ہیں

قیمت بارہ آنے ــــــ ۱۲/

شیعہ بچوں کی مذہبی تعلیم

بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لئے دفتر اصلاح نے پانچ حصوں میں دینیات کا کورس شائع کیا ہے ، ہر حصہ درجہ بدرجہ بچوں کی استعداد اور تدریجی طور پر بڑھتی ہوئی لیاقت و اہلیت کو پیش نظر رکھ کر نہایت سلیس و سہل عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ملک کے مختلف اسکول و مدارس کے علاوہ مسلم یونیورسٹی اور عربی مدرسہ ٹیچ ہال کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

قیمت حصہ اول ۵/ حصہ دوم ۵/ حصہ سوم ۸/ حصہ چہارم ۸/ حصہ پنجم ۱۲/

دفتر اصلاح کھجوا (صوبۂ بہار)

ماہنامہ

اِصلاح

نمبر ۳ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۵۹ء مطابق ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۸ھ | جلد ۵۵

حضرت سرپرست اصلاح دام ظلہ کی خیریت مزاج دریافت کرنے کے لئے ادھر بہ کثرت مومنین کے نوازش نامے موصول ہوئے رہیں بڑی ندامت ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی مشغولیتوں کے سبب ہم ان کے جواب سے قاصر رہے۔ نومبر سنہ ۵۸ء کے پرچہ میں ہم نے ممدوح کی تفصیلی حالت شائع کی تھی دسمبر اور جنوری فروری کے پرچوں کی ترتیب کچھ ایسی عجلت میں ہوئی کہ ممدوح کی کیفیت مزاج درج نہ ہو سکی ہم اپنے تمام مخلصین سے معافی کے خواستگار ہیں، بحمدہ دو مہینوں سے ممدوح کا مزاج کافی بہتر ہے صرف معدے کی شکایات قدرے باقی ہیں کبھی کبھی اجابت زیادہ ہو جاتی ہے دوا علاج کا سلسلہ برابر جاری ہے مومنین سے التجا ہے کہ یہ مہینہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس کی راتیں بھی برکت والی ہیں اور دن بھی اوقات نماز میں ممدوح کی صحت کے لئے دعا فراموش نہ فرمائیں گے۔

کیا ہم اب بھی آپ کی توجہ کے مستحق نہیں ؟ -

سوانحعمری حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی چھ جلدیں بحمدہ مکمل ہو چکیں ساڑھے پچیس سو صفحات شائع ہو چکے مگر افسوس کہ خریداران اصلاح کی تعداد میں کوئی خاص اضافہ اب تک نہیں ہو سکا۔ ہم نے جنوری سنہ ۱۹۵۱ء سے اس سوانحعمری کا سلسلہ شروع کیا اس وقت سے بار بار اب تک التجا کرتے آئے کہ سوانح عمری کی اشاعت صدہا مشکلات کی حامل ہے۔ رسالہ اصلاح اور سوانحعمری کی اشاعت تمامتر آپ حضرات کی توجہ اور عنایت پر منحصر ہے کوشش کرکے خریداروں کی تعداد اتنی کر دیجئے کہ ہم مطمئن ہو کر بہتر سے بہتر عنوان سے اشاعت کر سکیں مگر افسوس کہ آٹھ برس گذرنے اور اتنا کام کرنے کے بعد بھی ہماری درخواست پر مشکل سے چالیس پچاس ہمدردان اصلاح نے توجہ کی ہو۔ اس طرف ہم دو برس سے مسلسل آفات و مصائب کا شکار ہیں۔ جنوری سنہ ۵۸ء سے حضرت سرپرست اصلاح دام ظلہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے اسی کے ساتھ کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی دن بدن بڑھتی جاتی ہے جو کاغذ کہ ہم نے سال گذشتہ سترہ اٹھارہ روپیہ رم خریدا تھا وہ اب تیس روپیہ فی رم بھی دستیاب نہیں ہوتا اصلاح جس سائز پر شائع ہوتا ہے اس سائز کا کاغذ نہ تو لکھنؤ میں میسر ہے نہ پٹنہ یا دیگر کسی شہر میں مجبوراً بڑے سائز کا کاغذ بہت زیادہ دام دے کر خریدنا پڑتا ہے اور چھوٹا کرکے اس پر سوانح عمری شائع کی جاتی ہے۔ سوانحعمری کی ساتویں جلد شروع ہے اس کے لئے ہمیں تقریباً ۱۰۰ رم کاغذ درکار ہے اگر اتنا کاغذ ہمیں جون تک فراہم ہو جائے تو ہماری پوری کوشش اسکی رہیگی کہ یہ جلد دسمبر سنہ ۵۹ء میں ضرور تمام ہو جائے اور جنگ صفین و نہروان کے تمام حالات اپنے پورے تفاصیل کے

ساتھ شائع ہو جائیں اور شروع سے ہم نئی جلد شروع کر سکیں۔ کتابت و طباعت کو چھوڑ کر صرف کاغذ میں تین ہزار روپیہ کا خرچ ہے جو بہت بڑی رقم نہیں اگر ہمدردان اصلاح فرداً فرداً دو دو تین تین جدید خریدار بھی فراہم کر دیں تو یہ مشکل آسانی سے دور ہو جائے اسکے علاوہ ایک صورت یہ بھی تھی کہ جو خریداران اصلاح شروع سے خریدار نہیں ان کے پاس سوانحِ عمری کی جو جلدیں موجود نہ ہوں وہ ہم سے طلب کر لیں ان کے پاس سوانح عمری کی کل جلدیں ہو جائیں گی اور ہمیں ان کی اس عنایت کے بدولت اپنی مشکلات پر قابو پانے میں مدد ملے گی ہماری درخواست کوئی بڑی درخواست نہیں کاش قابل توجہ ہو۔

"دین حق" کا گجراتی اور انگریزی ترجمہ

عراق کے جلیل القدر عالم حضرت حجۃ الاسلام آقا عبد الحسین شرف الدین موسوی طاب ثراہ، کی گراں قدر و بلند پایہ تصنیف المراجعات سب سے پہلے ہم نے ۱۹۵۳ء میں دین حق کے نام سے اردو میں اصلاح کے صفحات پر شائع کی تھی اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ چھ مہینہ میں ہمیں پھر سے دوبارہ شائع کرنا پڑا اور اب اس کے گنتی کے نسخے باقی رہ گئے ہیں۔ ناظرین اصلاح کو اس خبر سے بیحد مسرت ہوگی کہ اس کتاب کا بہت زیادہ حصہ گجراتی زبان میں شائع ہو چکا ہے اور عالی القاب جناب مہاراجکمار محمود آباد محمد امیر حیدر خاں صاحب دام اقبالہ بیرسٹر ایٹ لا (مقیم بمبئی) انگریزی زبان میں بھی ترجمہ فرما رہے ہیں جو بہت جلد پریس میں دیدیا جائے گا۔ خدا جزائے خیر دے سیٹھ جعفر علی ولی محمد صاحب ایڈیٹر کو کہ وہ اس کی اشاعت میں انتہائی دلچسپی اور مستعدی سے کام لے رہے ہیں اور جلد ہی آپ کی کوششوں کی بدولت پوری کتاب دونوں زبانوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آجائے گی۔ سیٹھ جعفر علی ولی محمد بہت دنوں سے گجراتی زبان میں ایک مذہبی ماہوار پرچہ علمدار بھی شائع کر رہے ہیں جو بہت قیمتی مفید اور عمدہ مضامین کا گلدستہ ہوتا ہے رسالہ کا حجم چالیس صفحہ ماہوار اور چندہ سالانہ صرف تین روپیہ ہے سیٹھ صاحب کوئی سرمایہ دار نہیں ورنہ آپکو سرمایہ داروں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہ صرف آپکا جوش مذہبی اور ملت حقہ کی حمایت اور خدمت کا سچا جذبہ ہے کہ آپ مستقل مزاجی سے اپنے کو خدمت دین کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ خدا غریق رحمت کرے حاجی غلام علی صاحب مرحوم مدیر راہ نجات بھاؤنگر کو کہ سب سے پہلے آپنے گجراتی زبان میں مذہبی خدمات کا سلسلہ شروع کیا اور ہر موضوع پر آپ نے گجراتی زبان میں بیشمار کتابیں شائع کیں۔ قرآن مجید اس کا ترجمہ اور تفسیر دعائیں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے حالات سوانح غرضکہ اکثر و بیشتر ضروری چیزیں اور کافی مذہبی لٹریچر گجراتی زبان میں آپنے تیار کر دیا کہ ان کے مطالعہ کے بعد محض گجراتی جاننے والے مومنین بھی مذہبی مسائل سے اتنا ہی واقف ہو جاتے ہیں جتنا عام اردو بولنے والے مومنین۔ مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کے صاحبزادے کاظم علی صاحب نے راہ نجات کو باقی رکھا مگر پاکستان بننے کے بعد موصوف کراچی منتقل ہو گئے اب ہمیں پتہ نہیں کہ وہاں سے یہ پرچہ جاری ہے یا نہیں۔ حاجی صاحب مرحوم ہی جیسی لگن محنت اور سرگرمی ہم نے جناب سیٹھ جعفر علی مدیر علمدار میں پائی اسی محنت و سرگرمی کا نتیجہ ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں آپکے پرچہ نے کافی مقبولیت حاصل کر لی ہے اسوقت آپ اپنے پرچہ میں دیگر مضامین کے علاوہ دفتر اصلاح کی دو کتابیں گجراتی میں سلسلہ پیش کر رہے ہیں ایک مجالس جاوید تین جلد والی جسکی تقریباً دس مجلسیں شائع ہو چکی ہیں دوسری دین حق جو ایک تہائی شائع ہو چکی ہے ہم گجرات و سوراشٹر کے مومنین سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ علمدار کی خریداری منظور فرماکر موصوف سے تعاون کریں ہماری تمنا ہے کہ سوانح عمری حضرت امیر المومنینؑ کی کل جلدیں بھی گجراتی زبان میں شائع ہو جائیں مگر اسکا بھی امکان ہو جب اس پرچہ کے زیادہ سے زیادہ مومنین خریدار ہو جائیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ گجرات کاٹھیاواڑ اور افریقہ کے مومنین موصوف کی ہر ممکن طریقہ سے ہمت افزائی فرمائیں گے رسالہ علمدار کا پتہ یہ ہے۔ علمدار پریس ۱۶۷ جے۔ل۔د۔ڈ۔۔۔۔۔۔ ایسٹ۔ بمبئی ۹

قصیدہ

رشحۂ قلم جناب احسن رضوی داناپوری دام مجدہٗ

(جناب احسن رضوی صوبہ بہار کے خوش فکر اور پختہ کار شاعر ہیں، جناب آرزو لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے کئی برس سے شہر [illegible] میں مقیم ہیں اور وہاں کی بزم شعر و سخن کی بہت کچھ رونق آپ کے دم سے وابستہ ہے ہم جناب احسن صاحب کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ازراہ محبت ذیل کا قصیدہ برائے اشاعت ہمیں مرحمت فرمایا ہے امید ہے انکی شفقت کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہیگا)

دل سا گوہر خالقِ ارض و سما سے لے لیا
مل گیا جو کچھ ہمیں ہم نے خدا سے لے لیا

ایک دل کیا مل گیا ساری خدائی مل گئی
حاصلِ کون و مکاں ربِّ علا سے لے لیا

ایک مشتِ خاک نے پائی امانت عشق کی
جوہر آئینے نے حسنِ حق نما سے لے لیا

سر خدا جانے کہاں جھک جاتا فرطِ شوق میں
رہنما نے کام اپنی خاکِ پا سے لے لیا

ملنے سے سجدہ گاہِ شوق تھے نقشِ قدم
ہاں ہمارا دل نے تسلیم و رضا سے لے لیا

حد کی نازک منزلوں ہی میں تو کام آتا ہے دل
خیر گذری ساتھ اس کو ابتدا سے لے لیا

کام اک دل سے لئے جتنے، مناسب ہی لئے
حدتِ نورِ زیست شمعِ جاں فزا سے لے لیا

وارداتِ احساس کی ترتیب دینے کے لئے
نقطۂ آغاز، بائے ابتدا سے لے لیا

خود لطافت صبح کی روحِ تبسم بن گئی
زندگی کا لطف پھولوں نے صبا سے لے لیا

روح کی بالیدگی ٹھہری جو مقصودِ حیات
اوجِ ہستی بڑھ کے ذوقِ ارتقا سے لے لیا

امتیازِ اشرف المخلوق بھی عنقا نہ تھا
سروری کا تاج خود ظلِ ہما سے لے لیا

مانگنے کو عیب جب سمجھا تو خودداری بڑھی
ہاتھ کیا جز یہ اٹھایا کل خدا سے لے لیا

فقر میں لذت قناعت سے میسر آگئی
کچھ نہ تھا سب کچھ مگر عہدِ وفا سے لے لیا

بے نیازی جانتی ہے شانِ استغنا کا راز
فقر کا بدلہ توکل نے غنا سے لے لیا

دھار پر تلوار کی رکھ رکھ کے سر آگے بڑھے
منزلِ حق کا نشاں تیغِ جفا سے لے لیا

اپنی پھیکی زندگی میں رنگ بھرنے کیلئے
ایک ٹکڑا دامنِ گلگوں قبا سے لے لیا

زندگی کی صبح کو روزِ قیامت کیلئے
ہم نے اپنے ساتھ شامِ نینوا سے لے لیا

دن قیامت کا غضب کی دھوپ حد کی تشنگی
شوق نے ساغر مگر چشمِ عطا سے لے لیا

مل گیا ساقیِ نگاہِ فیض سے مقصودِ دل
بھر کے ساغر چشمۂ آبِ بقا سے لے لیا

ضبطِ صہبا آیتِ قرآں ہے چشمِ شوق میں
لطفِ بادہ میکشوں نے انّما سے لے لیا

جنگِ ایماں کا جو ہر کیف خود اسلام کا
کچھ علی سے لے لیا کچھ مصطفیٰ سے لے لیا

تیغ کے سائے میں آیا جب حیاتِ نو کا جام
عمر نے بڑھ کر مہیبِ کربلا سے لے لیا

السلام اے روحِ سیرابی بہارِ تشنگی — جائزہ گلشن کا گلشن ہوا سے لے لیا
چونک اے دل یہ گھڑی مدحت کی ہے غم کی نہیں — بس سہارا اشک نے موجِ ولا سے لے لیا
مطلع حق نے اپنا قدرداں جوشِ سخا سے لے لیا — دوسرا موتی بھی دریائے عطا سے لے لیا
رات غم کی آپ کے جلووں سے اجالی ہو گئی — نور ہر تارے نے ماہِ پُر ضیا سے لے لیا
بے نصیبی مل گیا گیا، مجھ کو بھی دل کا چراغ — نور ہم نے تو حریمِ کبریا سے لے لیا
غم کی ظلمت خیز شب میں کون جاتا اتنی دور — عرش کا تارا رواقِ سیدہؑ سے لے لیا
بہرِ چاکِ دامنِ دیں خود رسول اللہ نے — رشتۂ امیدِ زہراؑ کی ردا سے لے لیا
دینے والے نے بھی آخر دین کے جینے کا حق — فدیتاً اس بندۂ مولا نما سے لے لیا
بے نیازی اور ذاتِ شہ سے محکم ہو گئی — جو خدا سے مانگتے وہ فاطمہؑ سے لے لیا
وہ علیؑ کا لاڈلا، تسکینِ جانِ سیدہؑ — جس نے قبضہ حدِ امکاں تک خدا سے لے لیا
وہ سوارِ دوشِ پیغمبرؐ حسینؑ ابنِ علیؑ — ناز کا حق جس نے زلفِ مصطفےٰؐ سے لے لیا
وہ امامِ زندگانی قافلہ سالارِ حق — جس نے تاجِ رہبری ہر پیشوا سے لے لیا
کر کے فنا رضواں سے جس نے عید کے جوڑے لیے — اس نے خلعت نیت کا دستِ قضا سے لے لیا
آج تک ہو اس کے در پر ناصیہ فرسا فرات — پیاس کا تاوان جیسے علقمہ سے لے لیا
حشر تک سرشارِ شکرِ تشنگی کائنات — کون سا ساغر خدا سے تو نے پیاسے لے لیا

خاک احسنؔ ناز کر نور ولا پر ناز کر
تجھ کو اٹھوا کر کہاں اپنی عطا سے لے لیا

قطعہ

آنے والی باتیں یاد آنے لگیں — سیدہؑ کچھ غور فرمانے لگیں
جب نہ روکے سے بھی آنسو رک سکے — گیسوئے شبیرؑ سلجھانے لگیں

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

حضرات اہل سنت عموماً اور فرقہ اہل حدیث خصوصاً اس امر کا مدعی ہے کہ قرآن مجید کے کل کتابوں سے صحیح تر کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہے خصوصاً صحیح بخاری کی عظمت کی تو حد ہی نہیں ہے اس کے بارے میں بالاعلان کہا جاتا ہے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری یعنی قرآن مجید کے بعد دنیا بھر کی کتابوں سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے پھر صحیح مسلم بھی اسی کے قریب قریب ہے بلکہ بعض حضرات تو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے بھی زیادہ صحیح اور معتبر جانتے ہیں چنانچہ مشہور امام اہل سنت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اپنی کتاب بستان المحدثین مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں "الحافظ ابو علی نیشاپوری صحیح او را بر تصانیف اہل علم ترجیح می داد و می گفت ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم و جماعہ از مغاربہ نیز ہمیں رفتہ است" یعنی بعض بزرگ سے محدث جلیل حافظ ابو علی نیشاپوری امام مسلم کی کتاب صحیح مسلم کو تمام علماء کی کتابوں پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح مسلم سے زیادہ صحیح نہیں ہے اور مغربیوں کی جماعت اہل علم بھی یہی کہتی تھی۔" انتہیٰ

اس صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ماہ رمضان و ذی الحجہ کے متعلق ایک عجیب و غریب حدیث موجود ہے جسکو اگر صحیح مانا جائے تو تمام دنیا کہہ اٹھیگی کہ معاذ اللہ حضرت رسول خدا صلعم بالکل غلط حدیثیں بیان فرماتے تھے اور جھوٹے دعوے کرتے اور ایسی باتیں کہتے تھے جنکو بچے بھی کذب سمجھنے پر مجبور ہیں چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۷ کتاب الصوم مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵۶ باب شہرا عید لا ینقصان میں یہ حدیث موجود ہے حدثنا مسدد حدثنا معتمر قال سمعت اسحق عن ابن سوید عن عبد الرحمان بن ابی بکرہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحدثنی ... حدثنا معتمر عن خالد الحذاء قال حدثنی عبد الرحمان بن ابی بکرہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شہران لا ینقصان شہرا عید رمضان و ذو الحجۃ۔ یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) ارشاد فرمایا تھا کہ جن دو مہینوں رمضان اور ذی الحجہ میں عید پڑتی ہے وہ ناقص نہیں ہوتے صحیح مسلم مطبوعہ دہلی جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ میں بھی یہ حدیث انھیں الفاظ میں دو طریقوں سے لکھی ہے اور کتاب مشکوۃ شریف مطبوعہ لاہور جلد ۳ صفحہ ۵۲ میں بھی یہ حدیث انھیں الفاظ کے ساتھ موجود ہے اور بھی بکثرت کتب اہل سنت میں یہ حدیث موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ ماہ رمضان و ماہ ذی الحجہ کبھی ناقص نہیں ہوتے اور نہ کبھی ناقص ہوں گے بلکہ ہمیشہ پورے ہی ہوں گے یعنی کبھی ۲۹ دن کے نہیں ہوں گے ہمیشہ ۳۰ دن ہی کے ہوں گے محدثین اہل سنت نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فتح الباری پارہ ۷ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ وقد اختلف العلماء فی معنی ہذا الحدیث فمنہم من حملہ علی ظاہرہ فقال لا یکون رمضان ولا ذو الحجۃ ابدا الا ثلاثین یعنی علمائے اہل سنت نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے بعض علماء نے اس کو ظاہری معنی پر حمل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ماہ رمضان اور ماہ ذی الحجہ ہمیشہ ۳۰ دن ہی کا ہوگا کبھی ۲۹ دن کا نہیں ہوگا۔

عید کا چاند جب ہوگا ۳۰ ہی کا ہوگا کبھی ۲۹ کا چاند نہیں ہوگا اسی طرح بقرعید کے بعد یعنی محرم کا چاند ہمیشہ ۳۰ ہی کا ہوگا کبھی ۲۹ کا نہیں ہوگا اور مشکوٰۃ شریف کا تو اردو ترجمہ بھی اعالم اہل سنت کا چھپا ہے اس کے الفاظ ہیں "دو مہینے عید کے نہیں ناقص ہوتے، رمضان اور ذی الحجہ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے" اور اسی حدیث پر اسی صفحہ میں یہ حاشیہ بھی موجود ہے

"یعنی دو مہینے عید کے ناقص نہیں ہوتے یعنی انتیس انتیس دن کے نہیں ہوتے"

افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت عموماً اور حضرات اہل حدیث خصوصاً صرف زبانی ہی کہتے ہیں کہ صحیح بخاری صحیح مسلم مشکوٰۃ شریف وغیرہ سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں حالانکہ ان کتابوں پر عمل کرنے کی ضرورت تھی جو ان حضرات میں نظر نہیں آتا اسلئے کہ اگر ان کتابوں پر عمل ہوتا تو ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ کو عید کا چاند دیکھنے کی کسی کو ضرورت نہیں ہوتی نہ ۲۹ کی رویت پر عید منانے کا امکان ہوتا نہ ۲۹ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان میں چاند تلاش کرنے کی نوبت آتی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اگر یہ حدیث فرمائی ہے تو پھر آپ حضرات کیوں ان زحمتوں کو اختیار کرتے ہیں کیوں تار کے ذریعہ سے دوسرے مقامات کی خبریں منگا کر رویت ہلال کی تحقیق کرتے ہیں جب آنحضرت صلعم نے فرمادیا کہ رمضان ہمیشہ ۳۰ دن کا ہی ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا اور کبھی ۲۹ کا نہیں ہوگا تو آپ حضرات کی ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی حدیث پر آپ کا عمل نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے مطابق تو آپکا فرض تھا کہ اگر خود ماہ صیام کی ۲۹ کو چاند دیکھتے اور دنیا بھر کے لوگ بیان کرتے جب بھی آپ اس کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ اس کے ماننے سے رسول خدا کے قول کی تکذیب لازم آئیگی جسکی جرأت کسی مسلمان کو کبھی بھی نہیں کرنی چاہیئے لیکن عمل بالکل اس کے خلاف پایا جاتا ہے۔ بڑی قوی نظر رکھنے والے اور متدین و محتاط مسلمان کوشش کر کے تھک جاتے ہیں اور ایک بچہ یا معمولی کافر شخص کہدیتا ہے کہ ہم نے چاند دیکھا تو وہ کل مسلمان جو تلاش کر کے تھک گئے اور ان کو چاند نظر نہیں آیا پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں اور فوراً اس بچہ یا اس معمولی کافر کے قول پر عمل کر کے شہر بھر میں ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا ہے کہ چاند ہوگیا۔ کل عید ہے۔ بلکہ دوسرے شہروں میں بھی تار سے یہ خبر صحیح دیجاتی ہے اور عید منوادی جاتی ہے حالانکہ ایسے مواقع پر ایسی خبریں بعد تحقیق غلط ہی ثابت ہوتی ہیں اور روزہ چھوڑنے والوں اور عید منا ڈالنے والوں کو شرمانا ہی پڑتا ہے۔ پس اب دنیا بھر کے مسلمانوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ اس حدیث کو صحیح بخاری وغیرہ سے نکالدیں یا اس پر عمل کر کے ۲۹ کی رویت ہلال عید کو ترک کردیں بلکہ طے کرلیں کہ عید کرینگے ۳۰ روزے پورے کر کے۔

دوسرا لطیفہ اس حدیث میں دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ حضرت کے نام سے جو حدیث بنائی گئی ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں اس وقت تک موجود ہے اس میں ایسے الفاظ رکھے گئے جنکے دیکھنے سے مخالفین اسلام کیا آنحضرت کے کلمہ گو مسلمان بھی یقین کرلیں کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ حساب اور ہیئت سے تو بالکل کورے تھے ہی معمولی بول چال میں بھی فاحش غلطی کرتے تھے اس لئے کہ حدیث کا باب مقرر کیا ہے شہرا عید لا ینقصان یعنی عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث لکھی ہے اس میں دونوں مہینوں سے مراد ماہ رمضان اور ماہ ذی الحجہ بیان کیا ہے یعنی عید کے دو مہینے یہی ماہ رمضان اور ماہ ذی الحجہ ہیں اور ایک بچہ اس کو غلط کہیگا اس لئے کہ ماہ ذی الحجہ تو یقیناً ماہ عید ہے کہ اسکی دسویں تاریخ کو بقرعید ہوتی ہے لیکن ماہ رمضان المبارک کو آنحضرتؐ نے کس قاعدے اور کس حساب سے اور کس اصول سے ماہ عید فرمایا ہوگا؟ ماہ رمضان تو روزوں کا مہینہ ہے نہ عید کا بلکہ اس مہینہ کے ختم ہونے کے بعد شوال کا مہینہ ماہ عید ہے کیونکہ اسکی پہلی تاریخ کو عید الفطر واقع ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اکثر مقام پر

عورتیں ماہ شوال کو عید کا مہینہ بولتی ہیں۔ پس اگر آنحضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی تو ماہ رمضان کو ماہ عید کیسے فرمادیا؟ علامہ ابن حجر عسقلانی صاحب نے اس اعتراض کا جواب دینے کیلئے (ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی ہو) فرماتے ہیں اطلق علی رمضان انہ شھر عید لقربہ من العید او لکون ھلال العید ربما رؤی فی الیوم الاخیر من رمضان یعنی آنحضرتؐ نے ماہ رمضان کو عید کا مہینہ اس وجہ سے فرمایا تھا کہ یہ عید سے قریب ہوتا ہے اس وجہ سے کہ عید کا چاند ماہ رمضان کی آخری تاریخ کو نظر آتا ہے۔ انتہی ۔

اسی کو کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ صحیح بخاری کی حدیث کو غلط نہیں کہیں گے اور یہ جواب نہیں دینگے کہ صحابی نے حضرتؐ پر افترا کیا جو یہ کہا کہ آنحضرتؐ نے ایسی حدیث فرمائی کیوں؟ اس وجہ سے کہ اس صورت میں صحیح بخاری صحیح نہیں رہیگی غلط ہو جائے گی اور یہ منظور نہیں ہے۔ رسول خدا معاذ اللہ جھوٹے ثابت ہوں جاہل معلوم ہوں سب منظور ہے لیکن صحیح بخاری کو غلط کہا کہ بس اسلام ہاتھ سے گیا۔ دنیا بھر کی تین منظور ہیں مگر صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا غلط ثابت ہونا دل کو کسی طرح گوارا نہیں۔ اسی طرح یہ کیسے کہیں کہ صحابی نے آنحضرتؐ پر افترا کیا اور حضرتؐ کی طرف سے وہ بات کہدی جس کو حضرتؐ نے فرمایا ہی نہیں تھا اگر یہ کہیں تو مذہب اہل سنت سے دست بردار ہونا پڑے کیونکہ انھیں کی پیروی سے تو یہ صورت قائم ہوا اور الصحابۃ کلھم عدول ہی تو بنیاد مذہب ہے لہذا سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا ہی رسوا اور فضیحت ہوں اسکی پرواہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اے حضرت! اگر عید کے قریب ہونے سے ماہ رمضان کو ماہ عید کہدینا کسی صاحب عقل و فہم شخص کا کام ہو سکتا ہے تو پھر ۳۰ رجب سے قریب یکم شعبان ہوتی ہے رجب کو بھی ماہ شعبان کہدیجئے ۳۰ ذی الحجہ سے قریب یکم محرم ہوتی ہے لہذا ماہ ذی الحجہ کو ماہ محرم فرمائیے بلکہ ہر قبل کے مہینہ کو بعد کا مہینہ کہیے اس لئے کہ جس وقت ایک مہینہ ختم ہوا اسی وقت تو دوسرا مہینہ شروع ہو گیا ہے ۳۰ صفر کی شام تک ۳۰ صفر ہے ادھر آفتاب غروب ہوا اور ماہ ربیع الاول داخل ہو گیا عقلاً تو دونوں مہینے کے درمیان چند منٹ کا بھی فاصلہ نہیں ہو سکتا پھر آپ کے اصول کے مطابق کس مہینہ کا کیا نام رکھا جائے اور ایک کو دوسرے سے کیونکر امتیاز حاصل ہو؟ دوسرا عذر جو کیا کہ یا اس وجہ سے کہ عید کا چاند ماہ رمضان میں آخری تاریخ کو نظر آتا ہے۔ اس کا بھی مطلب سمجھ میں نہیں آتا اور پھر سابق عذر اور اس عذر میں سوا تغیر الفاظ کے فرق ہی کیا ہوا۔ دنیا جانتی ہے کہ ہر بعد کے مہینہ کا چاند اس سے پہلے مہینہ کی آخری تاریخ کو نظر آتا ہے کیا رجب کا چاند ۳۰ جمادی الآخر کو نظر نہیں آتا؟ کیا شعبان کا چاند ۳۰ رجب کو نظر نہیں آتا؟ کیا ماہ صیام کا چاند شعبان کی آخر تاریخ کو نظر نہیں آتا؟ پھر عید کے چاند میں کون نئی بات ہو گئی کہ چونکہ یہ ۳۰ ماہ صیام کو نظر آتا ہے اس وجہ سے ماہ رمضان کو آنحضرتؐ نے ماہ عید فرمایا۔"

خریداران اصلاح سے ضروری درخواست ہم نے ماہ دسمبر ۴۵ء کے شمارہ میں بھی کی تھی اور آج پھر اس شمارہ کے ذریعہ دوبارہ التجا کر رہے ہیں کہ اس سال کا چندہ اصلاح بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ہماری مدد فرمائیں ابتدائے سال کیوجہ سے ہماری مشکلات بہت زیادہ ہیں وی پی میں آپکا نقصان ہوتا ہے اور ہمیں زحمت بھی ہوتی ہے اور آپکی خفگی اور ناراضگی کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔

ادھر کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی نے جان پر بنا دی ہے پریس کاتب کاغذ کے سلسلہ میں پریشانیاں کئی گنا بڑھی ہوئی ہیں ان پریشانیوں سے خلاصی تب ہی ممکن ہے جب ہمارے محسنین اپنی مہربانیوں سے ہمیں محروم نہ کریں۔ ہم ۳۰ اپریل تک مزید انتظار کر کے بادل ناخواستہ اور انتہائی مجبوری کے عالم میں مئی کا شمارہ یکم مئی کو بذریعہ وی پی روانہ کرینگے اگر سوانحعمری حضرت امیر المومنینؑ کی اشاعت آپکے خیال میں کچھ بھی اہمیت رکھتی ہو تو براہ کرم وی پی

پاکستان کے مومنین سے بھی التجا ہے کہ براہ کرم اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر سید محمد حسین صاحب [illegible] جے آر ڈبلیو لارنس روڈ کراچی روانہ فرما کر شکر گذار کریں۔ سال گذشتہ بہت سے مومنین کا چندہ ہمیں موصول نہ ہوئے اور بار بار یاددہانیوں کے بعد بھی آخر سال تک انہوں نے منی آرڈر روانہ کرنے کی زحمت کی ان تمام حضرات سے درخواست ہے کہ وہ [illegible] و [illegible] دونوں سال کا چندہ بھیج کر مولیٰ کی سوانحعمری کی اشاعت میں مدد فرمائیں گے۔

دو اندوہناک حادثے ۲۳ نومبر [illegible] کو عالیجناب مولوی سید علی محمد صاحب واعظ پرنسپل مدرسۂ اسلامیہ کھجوا نے دفعۃً حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرمایا۔ مرحوم ایک مقبول ترین ذاکر امام مظلوم تھے ہمارے وطن کھجوا کے مجالس محافل کی رونق آپ ہی کے دم سے تھی ایام عزا میں زیادہ تر آپ ہی مجلسیں پڑھتے اور ہر مجلس کامیاب ہوتی مختصر اور رقت خیز ذاکری آپ کی شکل سے نظیر مل سکے گی۔ اسی کے ساتھ کھجوا کا کوئی بچہ یا جوان ایسا نہ ہوگا جو آپکے زیر تعلیم نہ رہا ہو تقریباً چالیس برس سے مدرسۂ اسلامیہ کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ خداوند عالم مرحوم کو جوار حضرت سید الشہداء میں جگہ مرحمت فرمائے اور انکے اخلاف کو صبر کی قوت بخشے۔ ہمیں نہایت شرمندگی ہے کہ مرحوم کے انتقال کی خبر ہم بہت تاخیر سے شائع کر رہے ہیں نومبر کے شروع میں ہی نومبر دسمبر کے پرچے چھپ چکے تھے جنوری و فروری ... کے پرچہ میں جنتری کے سبب گنجائش نہ تھی۔ مومنین سے التجا ہے کہ سورۂ فاتحہ و توحید کا ثواب مرحوم کی روح کو ایصال فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں گے۔

(۲) [illegible] فروری کو ہمارے قریبی عزیز جناب مولانا جواد الاصغر صاحب واعظ کے والد ماجد جناب سید شبیہ احمد صاحب مرحوم نے کراچی میں انتقال کیا۔ مرحوم بڑے عابد زاہد اور ستودہ صفات بزرگ تھے ہمیں اس حادثہ میں جناب مولانا سید جواد الاصغر صاحب سے دلی ہمدردی ہے خداوند عالم مرحوم کے درجات عالی کرے اور جوار ائمہ طاہرین میں جگہ مرحمت فرمائے مومنین سے درخواست ہے کہ سورۂ فاتحہ و توحید کا ثواب مرحوم کی روح کو ایصال فرما کر ہمیں شکر گذار فرمائیں گے۔

ارمغان حیدرآباد دکن میں بتقریب چہاردہ صد سالہ یادگار میلاد امیر المومنینؑ جو عظیم الشان جلسہ ہوا تھا اور اس میں جو بیش بہا تقریریں گرانقدر بیانات ہوئے اور شعرائے کرام نے اپنے قصائد اور نظمیں پیش کیں ان سب کا مجموعہ بہت دیدہ زیب کتابی شکل میں جناب سید علی اصغر صاحب بلگرامی دام مجدہ کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ کتاب تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کی ہے مگر قیمت صرف ایک روپیہ رکھی گئی ہے تاکہ شائقین پر بار نہ ہو محصولڈاک علاوہ یہ بیش بہا گلدستہ ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ ایک روپیہ منی آرڈر سے بھیج کر حسب ذیل پتہ سے طلب کریں۔ دفتر کمیٹی اعلم جاہی مارکٹ حیدرآباد دکن۔

محسنین اصلاح کا شکریہ اس طرف حسب ذیل ہمدردان دین و ملت نے اپنے گرانقدر عطیوں سے سوانحعمری حضرت امیر المومنینؑ کی اشاعت میں ہماری مدد فرمائی (۱) اودھ کے ایک ممتاز رئیس نے جو کئی برس سے بمبئی میں مقیم ہیں ۲۵۰ روپیہ مرحمت فرمائے اس شرط سے کہ ہمارا نام نہ شائع کیا جائے (۲) جناب سیٹھ حاجی اسماعیل عبد الکریم نیجو صاحب جے پی دام اقبالہ بمبئی نے سو روپیہ عنایت کئے۔ (۳) جناب چودھری سید علی محمد عرف نبن صاحب رئیس رودولی ضلع بارہ بنکی نے پچاس روپیہ عنایت کئے (۴) جناب اقبال حسین صاحب زیدی و سید محمد مہدی صاحب مہاجر بستی مقیم پاکستان نے اپنی ہمشیرہ زمانی بیگم مرحومہ کے ایصال ثواب کیلئے بیس روپیہ سے سوانحعمری کی مدد کی (۵) جناب سید محمود حسن صاحب سروش نبیرہ جناب حجۃ الاسلام مولانا امجد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ الہ آبادی نے آٹھ روپیہ آٹھ آنہ مرحمت فرمائے۔ منعم حقیقی بتصدق جناب میران تمام ہمدردان دین و ملت کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اسوقت کاغذ کی مصیبت سے ہماری مالی حالت بہت [illegible] کاش دیگر حضرات بھی تھوڑی تھوڑی ہماری مدد کر دیتے ہم اس جلد کیلئے کاغذ کا انتظام کر لیتے [illegible] کیا تھا دسمبر تک اس جلد کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا جاتا۔

" دفتر اصلاح کی مطبوعات بمبئی میں "

علاوہ ازیں بکڈپو ۱۶۷ جیل روڈ ایسٹ ڈونگری محلہ بمبئی ۹ سے دفتر اصلاح کی تمام کتابیں اصل قیمت پر مل سکتی ہیں۔

"اس گھر میں تو فاطمہؑ بھی ہیں"
حضرت عمر نے چیخ کر کہا۔

"ہیں تو ہوا کریں"
دروازے کے پیچھے سے پیغمبرؐ کی بیٹی چیختی چلاتی اور پیغمبرؐ کی دہائی ہی دیتی رہی کہ
"میں رسولؐ کی بیٹی ہوں یہ میرا گھر ہے۔ یہاں رسولؐ کے نواسے رہتے ہیں"
مگر حضرت عمر کو جو کر نا تھا کر گزرے باپ پر جو غصہ پہلے نہ اتر سکا تھا وہ آج بیٹی پر اترا جب یہ لوگ سیدہؑ کے مکان سے پلٹے تو حضرت علیؑ کا یہ عالم تھا کہ آپ کی حسرت بھری نظریں ادھر ادھر پڑتیں تو تید جواب دے رہی تھی بار بار ہاتھ قبضۂ شمشیر پہ جاتا اور غم و غصہ کا ہیجان مجبور کرتا کہ اس زیادتی کا مزا انھیں چکھا دیں۔ یہ لوگ حق غصب کر لیں میراث لوٹ لیں پھر یہاں لینے اور گھر پھونکنے پر آمادہ ہو جائیں۔ آپ نے پیغمبرؐ کی قبر مبارک کی طرف رُخ کر کے فریاد کی:۔

یا ابن ام ان القوم استضعفونی	ملے میری ماں کے بیٹے قوم والوں نے مجھے ضعیف سمجھ لیا
وکادوا ان یقتلوننی۔	اور قریب تھا کہ وہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں۔

اور حسرت واندوہ سے مجبور ہو کر آپ نے ایک مرتبہ قبضۂ شمشیر پہ ہاتھ ڈالا پھر کچھ خیال کر کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ پیغمبرؐ کی وصیت یاد آ گئی۔

یہ جو کچھ ہوا تھا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میں ہوا۔ پہلے ہی منظم سازش تھی جو روز بروز جڑ پکڑ رہی تھی جزیرۂ عرب کے قبائل کے چھوٹے بڑے قبائل کا ستارہ بلندی پر تھا ان کی گردنیں نازو افتخار سے اکڑی ہوئی تھیں آج انھوں نے بنی ہاشم سے پورا بدلہ لے لیا تھا جنھیں مدت دراز سے تمام قبائل پر فضیلت و برتری حاصل تھی۔ آج قریش والے معزز تھے بنی تیم کا دماغ آسمان پر تھا کہ خلافت انکے قبضہ میں تھی۔ بنی عدی کو اکڑ تھی اتراتے پھرتے کہ حضرت عمر نئی حکومت کے مشیر اعلیٰ اور وزیر اعظم ہیں بنی زہرہ اور انھیں جیسے دیگر قبائل کے دل باغ باغ تھے کہ آج انھوں نے اس گھرانے سے پوری پوری کسر لے لی جو اپنی عزت و بزرگی، فضل و شرف اور فضائل و کمالات کی وجہ سے ہر ایک سے ممیز و ممتاز تھا اور جس کی برابری کو لوگ ترسا کرتے تھے۔

ارادہ تو ان کا پہلے ہی سے تھا، علیؑ کی دشمنی نے ان کی ہمت بھی بڑھا دی۔ سبھوں نے مل کر ان سے رسول اللہ کی حکومت چھین لی وہ بھی ایسے وقت جب کہ علیؑ کو ان کی سازشوں کی خبر نہ تھی رسولؐ کے دفن و کفن میں مشغول تھے پیغمبرؐ دنیا سے اٹھ چکے تھے دنیا آپ کے وجود سے خالی ہو چکی تھی جسد مطہر آغوش لحد میں پنہاں تھا اسی کے ساتھ وہ محبت و مودّت بھی غائب ہو گئی تھی جو یہ لوگ فریضہ اور ذریعۂ تقرب الٰہی سمجھ کر آپ کے اہلبیتؑ کے ساتھ رکھتے تھے۔ جب یہ لوگ سیدہؑ کے دروازہ سے واپس ہٹ گئے اور صحن مکان ان کی عداوت کے مظاہروں سے کچھ دیر کے لیے خالی ہو گیا تو علیؑ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ مدد دینے والوں کے امکان پر

پر غور کیا اور انتہائی حسرت و اندوہ بھرے لہجہ میں کہا۔

لو استمکنت من اربعین رجلاً .... ۔ کاش مجھے ۴۰ جوانمرد بھی مل جاتے ....

یہ جملہ عمرو عاص کو بھی یاد تھا اور معاویہ کو بھی، معاویہ کے بھولنے کی تو کوئی وجہ بھی نہیں تھی انھیں کا باپ ابوسفیان اس دن علیؑ کی حمایت و نصرت پر کمربستہ تھا کہ اگر تم کہو تو میں مدینہ کی گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں مگر ان باتوں کے باوجود آج بیٹا باپ کے راستہ پر چلنے کے لیے تیار نہیں تھا حکومت کے خواب انھیں اکساتے تھے کہ جتنا ہو سکے جھگڑا بڑھاتے جاؤ۔

(۲)

معاویہ نے عمرو عاص کی پروا کی نہ کسی دوسرے کی انھوں نے گھاٹ پر فوج متعین کر دی تاکہ امیرالمومنینؑ کا لشکر پانی نہ لے جانے پائے۔ لڑائی اسی وقت چھڑ گئی ہوتی۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ کے سپاہیوں میں سے کچھ لوگ معاویہ کے لشکر کی طرف جو گھاٹ پر متعین تھا لپکے بھی مگر امیرالمومنینؑ نے لڑائی سے ممانعت کر دی کہ جب تک دشمن پر اتمام حجت نہ کر لی جائے لڑائی مناسب نہیں۔

معاویہ نے امیرالمومنینؑ کے اس محیر العقول طرز عمل اور حیرت انگیز امن پسندی کی قدر نہ کی انھوں نے عداوت برتنے کے جو طریقے سوچ رکھے تھے انھیں پر جمے رہے۔ ان کے ارد گرد عزیزو اقارب کا مجمع تھا جنھیں علیؑ سے ہمیشہ کی عداوت تھی معاویہ اس وقت آپے سے باہر تھے، رعب و داب فتح و ظفر کامرانی و کامیابی ان کے حصہ میں تھی۔ تشنگی و گرسنگی علیؑ کے لشکر والوں کا حصہ تھی جس وقت چوبدار نے آکر معاویہ سے کہا کہ علیؑ کے پاس سے آدمی آیا ہے تو ان کی اکڑ دیکھے جانے کے لائق تھی۔ امیرالمومنینؑ کے فرستادہ صعصعہ بن صوحان نے آتے ہی کہا۔

"معاویہ! امیرالمومنین تم سے کہتے ہیں......

معاویہ نے بے رخی سے پوچھا

"تم قاصد ہو؟

"ہاں .... ہم یہاں آئے تو مگر تم سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا جب تک تم پر اتمام حجت نہ کر لیتے مگر قبل اسکے کہ ہم تم سے لڑتے تم نے ہمارے ساتھ چھیڑ خوانی کی۔ تمھارے سواروں نے تم سے پہلے پہونچ کر ہمارے لشکر سے جنگ چھیڑ دی۔ ہم کو تمھارے ساتھ لڑنے سے پہلے بھی گریز تھا اور اب بھی تاوقتیکہ تم کو دعوت حق نہ دے لیں اور اتمام حجت نہ کر لیں تم پر دست اندازی نہ کریں گے۔ تمھاری طرف سے دوسرا ظلم یہ ہوا کہ ہم لوگوں پر پانی روک دیا اور پہرہ قائم کر دیا اپنے ہمراہیوں سے کہلا بھیجو کہ وہ پانی کی روک نہ کریں تاکہ بآسانی ہمارے اور تمھارے امور متنازعہ کا فیصلہ ہو جائے ...."

معاویہ نے تمسخر بھری نگاہ قاصد پر ڈالی پھر اپنے حوالی و موالی کی طرف مڑنے۔ معاویہ کے چہرے پر اُس وقت مسرّت کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ صعصعہ نے سکون و اطمینان سے اپنی تقریر پوری کرتے ہوئے کہا .... اور اگر تم کو یہ منظور ہو کہ ان سب باتوں کو چھوڑ کر پہلے پانی ہی کے لیے لڑیں جو غالب ہو اُس کو پانی ملے اور جو مغلوب ہو پیاس سے مرے تو ہم اس پر بھی راضی ہیں۔"

صعصعہ اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے ادھر جتنے لوگ بیٹھے تھے سب کا جائزہ لیا پھر اُن کی نگاہ معاویہ پر آ کر رکی جن کے چہرے پر غور و فکر کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں صعصعہ نے پوچھا۔

"علی کو کیا جواب دیتے ہو؟"

معاویہ اپنے اعوان و انصار کی طرف مڑے

"تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

ولید بن عقبہ نے گرج کر کہا۔

"پانی اُن سے روک دیجئے جس طرح ان لوگوں نے عثمان سے ۴۰ دن تک پانی روکے رکھا۔ ان لوگوں نے انھیں پانی کی خنکی اور غذا کی نرمی سے محروم رکھا انھیں پیاسا ہی مار ڈالئے۔"

عمرو عاص نے پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"بلکہ پانی سے پہرہ ہٹا لیا جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تم پانی پیو اور یہ لوگ پیاسے رہیں ہم کو چاہیے کہ جس جھگڑے پر اس وقت غور کریں۔"

یزید ابن اسد قسری نے بپھر کر کہا

"خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ ہم انھیں اسی طرح پیاسا مار ڈالیں گے جس طرح ان لوگوں نے امیر المومنین (عثمان) کو پیاسا مار ڈالا۔"

ولید نے دوبارہ چیخ کر کہا۔

"انھیں پیاسا ہی مار ڈالیئے خدا انھیں پیاسا مارے۔"

عبداللہ بن ابی سرح نے کھڑے ہو کر کہا

"آج رات تک ان سے پانی روکے رہیے جب پانی انھیں دستیاب نہ ہوگا تو یہ لوگ واپس ہو جائیں گے اور انکی واپسی ہی اُن کی شکست ہوگی انھیں پانی سے محروم رکھیئے خدا انھیں بروز قیامت پانی سے محروم رکھے۔"

اس مرحلہ پر پہونچ کر صعصعہ کی قوت برداشت جواب دے گئی اُنھوں نے نڈر ہو کر کہا

"قیامت کے دن خداوند عالم کافروں بدکاروں اور تمھارے جیسے شراب خواروں اور فاسقوں ہی کو پانی سے محروم رکھے گا۔"

یہ کہہ کے صعصعہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور معاویہ سے پوچھا۔

ہاں تم علیؑ کو کیا جواب دیتے ہو؟

معاویہ نے کہا

"ہم بعد کو کہلا بھیجیں گے۔"

اور بجائے کہلا بھیجنے کے معاویہ نے حکم نافذ کر دیا کہ خبردار پانی نہ لینے پائیں۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم، الامام علی ابن ابی طالب جلد سوم، سیرۃ علویہ، تاریخ اسلام ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم وغیرہ)

گھاٹ پر پہرہ بیٹھ گیا۔ شامیوں کے پرے کے پرے جم گئے جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور کاندھوں پر کمانیں معلوم ہوتا تھا جیسے اسلحوں کی دیوار کھنچ گئی ہے۔ دوسری طرف امیرالمومنینؑ کا لشکر تھا جہاں حسرت واندوہ رنج و ملال کا دور دورہ تھا، جانور پیاس سے ہانپ رہے تھے اور آدمیوں پر بھی تشنگی کا غلبہ تھا امیرالمومنینؑ کے قدم جس طرف اٹھتے ادھر سے ٹھنڈی آہیں اور ندامت بھری کراہیں سننے میں آتیں کہیں مذحج والے تھے کہیں کندہ والے کسی طرف قبیلۂ انصار کے لوگ تھے کسی طرف ازد و بجیلہ کے لوگ، سبھی محزون و مغموم تھے، مارے غم کے دل بےچین آنکھیں آبگوں اور زبانوں پر لکنت تھی۔ سوچتے تھے کہ پانی سے محروم رہ کر جینے کا فائدہ ہی کیا اس سے بہتر تو یہی ہے کہ گھاٹ پر لڑتے ہوئے مر جائیں، اگر ان پر تشنگی کا غلبہ تھا تو ان کے نیزے بھی پیاسے تھے اور بدن میں خون کھول رہا تھا کہ کیسے موقع ملے اور دشمن پر چڑھ دوڑیں۔ رات کے سناٹے میں آواز گونجی اور ایک شخص نے دردناک لہجہ میں یہ شعر پڑھا۔

فما بالناس امس اسد العرین وما بالنا الیوم شاء النجف

ہائے ہمیں کیا ہوا کہ کل ہم شیر بیشۂ شجاعت تھے اور آج ہم بھیڑ اور بکریوں سے بھی بدتر ہیں

امیرالمومنینؑ نے مالک اشتر سے کہا۔

"دیکھو تم نے اور اشعث نے میری بات جو نہیں مانی تھی کا یہ نتیجہ ہے"

مالک اشتر پر ندامت طاری تھی شرم سے سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ قصور ان کا کوئی نہ تھا انھوں نے کبھی بھی امیرالمومنینؑ کی اطاعت میں کوتاہی نہیں کی وہ سر ہتھیلی پر لیئے ہر حکم کی بجا آوری کے لیئے تیار رہتے تھے مگر حالات کچھ ایسے رونما ہو گئے تھے کہ بادل ناخواستہ وہ ایسا کام کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ جنگی اعتبار سے انھیں بڑی شاندار کامیابی ہوئی تھی۔ ابوالاعور سلمی کے دستہ کو شکست دیکر اور قنسرین بھگا کر انھوں نے امیرالمومنینؑ کے اصل لشکر کے لیئے میدان صاف کر دیا تھا لیکن اپنی کامیابی سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کا انھیں موقع نہیں ملا قنسرین سے ابوالاعور کو بھگا کر بمشکل رات ہی بسر کی تھی کہ صبح کو معاویہ اپنے بے شمار افواج کے ساتھ آ پہونچے اس مرحلہ پر انھیں احتیاط ضروری ہو گئی انھوں نے اپنے لشکر کی قوت کا اندازہ لگایا۔ معاویہ اگر پانی سے دور چٹیل میدان میں مقیم ہوئے تھے اپنی پوزیشن کا احساس کر کے انھوں نے خندق کی کھدائی اور فرات کا رخ موڑ دینے کا فریب کھیلا تھا اگر اشتر وہیں مقیم رہتے اس عالم میں کہ انکے

ہمراہیوں کی ہمت چھوٹ چکی تھی اور وہ بھی خوف و ہراس نے ہوش و حواس زائل کر رکھے تھے اور آپس میں پھوٹ پڑ چکی تھی تو اس وقت وہ بچنے کے دو پاٹ میں گھر کر رہ جاتے ادھر سے ابو الاعور پلٹ پڑا تھا ادھر معاویہ نے لشکر جرار سمیت آکر بیچ میں پڑاؤ ڈالدیا تھا اور مالک اشتر امیر المومنینؑ سے کٹ کر رہ گئے تھے اسی خطرناک پوزیشن نے مالک اشتر کو مجبور کیا کہ وہ پیچھے ہٹ آئیں اور گھاٹ چھوڑ دیں۔

پھر بھی یہ کہنا کہ یہی آخری صورت بچاؤ کی تھی اور گھاٹ چھوڑنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا ذرا مشکل ہے۔ ظاہری حالات کے بنا پر اگر ہٹنا ضروری تھا تو جنگی پالیسی کے بنا پر حد درجہ خطرناک بھی، اشتر نے جو جگہ چھوڑی تھی وہ اُن کے لشکر کے لئے دیوار کا کام دیتی تھی، پیچھے سے حملہ کا امکان نہ تھا پھر دریا اپنے قبضہ میں رہتا جس سے فوج بھی سیراب ہوتی اور جانور بھی، وہی گھاٹ رسد اور کمک آنے کا راستہ تھا پھر ضرورت پسپائی کی ہوتی تو اسی جگہ سے پسپائی کی سہولت بھی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اشتر کی اس وقت کیفیت چکی کے ایک پاٹ کی تھی ایک طرف امیر المومنینؑ صفین میں مقیم دوسری طرف مالک اشتر کی فوجیں تھیں بیچ میں معاویہ تھے دونوں ملکر معاویہ کو پیس کر رکھ دیتے۔

کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایسی صورت حال تھی کہ اگر اس سے فائدہ اٹھایا جاتا تو یقینی کامیابی تھی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ منصوبہ پہلے ہی سے بنا ہوا تھا اور امیر المومنین چلنے سے پہلے یہ سب منصوبے بنا چکے تھے۔ یہ موقع صفین میں آپ کے پہونچنے کے بعد پیدا ہوا جب تک آپ کے لشکر نے گھاٹ نہیں چھوڑا تھا اُس وقت تک آپ کے لشکر کی پشت فرات کی طرف تھی اور خنسرینیہ سے لیکر رقہ تک کمان کی شکل میں لشکر پھیلا ہوا تھا آخری سرا قنسرینیہ میں تھا اور بڑا حصہ صفین میں اور معاویہ کا لشکر اپنے ہراول دستہ سے کٹ کے اس کمان کے بیچوں بیچ تین طرف سے اپنے دشمن سے گھرا ہوا۔ امیر المومنینؑ کی فوجوں نے مشرق شمال اور جنوب تین طرف سے معاویہ کو گھیر لیا تھا اور تمام راستے اُن پر بند کر دیئے تھے دریا تک پہونچنے کی کوئی راہ ہی نہ تھی معاویہ۔ اگر بھاگنے کا ارادہ کرتے تو بس مغرب کی طرف بھاگ سکتے تھے اس صورت میں صحرا سے گذرنا پڑتا جس میں اُن کے لشکر کی ہلاکت بھی تھی اور بربادی بھی۔

معاویہ کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم بہت بُری جگہ آ پھنسے گھیرا بہت مضبوط اور ناقابل شکست تھا امیر المومنینؑ دائیں مالک اشتر بائیں اور فرات کے کنارے پھیلا ہوا زیادہ کا لشکر دیوار کی طرح پیچھے وہ لڑنے کا ارادہ کرتے یا بھاگنے کا دونوں میں انکی تباہی تھی۔ یہ ایسا پھندا کس چکا تھا اُن کے چاروں طرف، جس سے طاقت کے بل نکلنا ناممکن تھا ایسی صورت میں مکر و حیلہ و تدبیر ہی سے جان بچانی ممکن تھی اور بالآخر انھوں نے یہی کیا۔

امیر المومنینؑ نے صفین پہونچتے ہی معاویہ کی نزاکت حالات کا اندازہ کیا اسی وجہ سے آپ نے مالک اشتر کے پاس پے در پے پیغامات بھیجے کہ اپنی جگہ سے خبردار ہٹنا نہیں۔ معاویہ کی کیفیت ایسی تھی جیسے صیاد

کے جال میں لومڑی کی پھرتی ہے مگر افسوس کہ ہاتھ آیا موقع ہاتھ سے نکل گیا معاویہ کی چال چل گئی لومڑی نے شکاری کو چت کر دیا الاشتر کی فوجیں گھاٹ چھوڑ کر ہٹ گئیں اور معاویہ کو موقع مل گیا کہ وہ گھاٹ پر پوری طرح قابض ہو جائیں اب آپ کے فوجوں کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ٹکڑیوں میں بٹ گئیں اُن میں باہم کوئی رشتہ اور رابطہ نہیں رہا۔ اگر امیرالمومنینؑ عجلت سے کام نہ لیتے اور اُنھیں پھر صف بستہ نہ کرتے تو خدا ہی جانے کیا انجام ہوتا۔

اشعث نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں عرض کی :۔

"امیرالمومنینؑ! کیا یہ آگ ہمیں فرات کے پانی سے روک سکیں گے ، حالانکہ آپ ہمارے درمیان ہیں اور تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہیں ہمیں ان سے نپٹ لینے دیجئے۔ خدا کی قسم ہم اُسوقت تک نہ پلٹیں گے نہیں جب تک گھاٹ واپس نہ لے لیں یا پھر اپنی جانیں دیدیں۔"

اب اشعث کی آنکھیں کھلیں ہاتھ سے کتنی بڑی چوک ہوئی تھی اور امیرالمومنین کی بات نہ ماننے کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب ہم بالکل ہی معاویہ کے رحم و کرم پر ہیں جو سلوک چاہیں ہم سے کریں اُس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا :۔

"حضور کل جو فروگذاشت ہوئی تھی آج اُسکی تلافی ہو جائے گی"

اسکے بعد اشعث نے لوگوں میں جنگ کی منادی کرنا شروع کی۔

"جسے بھی پانی کی خواہش، یا موت کی تمنا ہو وہ صبح تک تیار ہو جائے میں گھاٹ پر دھاوا بولوں گا"

اپنے قوم و قبیلہ والوں کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا [1]

"اے کندہ والو آج مجھے فضیحت نہ کرنا میں کل صبح تمھیں لے کر شام والوں پر حملہ آور ہوں گا"

آخر امیرالمومنینؑ نے مجبور ہو کر اجازت دیدی کہ تم لوگ بزورِ شمشیر گھاٹ پر قبضہ کر لو۔

---

[1] یہ اشعث دل سے امیرالمومنین کا خیر خواہ و طرفدار نہ تھا، اگرچہ مرتے دم تک یہ آپ کی جماعت ہی میں شامل رہا۔ آپکے ساتھ لڑائیوں میں شامل ہو کر داد شجاعت و مردانگی بھی دی ہر ہر موقع پر سایہ کی طرح ساتھ بھی رہا خلوص عقیدت کی وجہ سے نہیں بلکہ ظاہرداری و دنیا داری کی بنا پر۔ خود پسندی و خود نمائی کے غلبہ، نام و نمود کی خواہش، افسری و سرداری کی تمنا نے اسے مجبور کیا کہ دونوں فریق میں سے کسی نہ کسی ایک فریق کا ساتھ دے، اس نے علیؑ و معاویہ دونوں کو ناپ تول کے دیکھا۔ سوچا کہ ایک کنارہ یہ ہے دوسرا کنارہ وہ۔ اُس نے بہتر کنارہ اختیار کیا۔ علی پیغمبر کے داماد تھے ان کا پلہ بھاری نظر آیا اس لیے انھیں کے ساتھ ہو گیا۔ یہ بات نہ ہوتی تو وہ معاویہ کے کیمپ میں ہوتا۔

امیرالمومنین شروع ہی سے اس پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ جب آپ کی بیعت ہو لی اور آپ تخت نشین خلافت ہوئے تو یہ اُن دنوں حضرت عثمان کی طرف سے آذربائیجان کا گورنر تھا۔ بیعت کے لئے جہاں دیگر عاملوں کو خطا گئے، وہاں

(۴)

مالک اشتر اپنے سیاہ گھوڑے پر سوار اپنے رسالہ کو لئے گھاٹ کی طرف بڑھے اور اپنے سپاہیوں کو پکار کر بولے،

"میں تم پر قربان آگے بڑھ کر حملہ کرو اگر نیزے تم پر آئیں تو اُن سے لپٹ پڑو، اگر تلواریں آئیں تو اپنے دانت مضبوطی سے جما لو"

اشعث نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔

"میرے ماں باپ تم پر نثار میرے نیزے کے سہارے بڑھتے چلو"

دونوں سرداران فوج آتش حرب میں بھاند پڑے، مرنے مارنے اور دشمن کو پیس ڈالنے کے علاوہ اب کسی چیز کا انہیں خیال نہیں تھا۔ صلح و سلامتی کی ہر کوشش بیکار ثابت ہوئی ہر ایک کے لئے پانی کھلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸)

اسے بھی حضرت علیؑ نے خط بھیجا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"علیؑ کے خط نے مجھے بڑی وحشت میں ڈال دیا ہے ہمارے پاس آذربائیجان کا جتنا مال و اسباب ہے، وہ سب ہم سے چھین لیں گے میں تو معاویہ کے پاس جا رہا ہوں"

اس کے ساتھیوں نے اسے غیرت دلائی۔

"اس سے تو مر جانا بہتر ہے کہ تم اپنا شہر اور اپنی قوم کے لوگوں کو چھوڑ دو گے اور شام والوں کے دم چھلا بن جاؤ گے"

اشعث کو شرمندگی محسوس ہوئی، مناسب نہ معلوم ہوا کہ سوار ہو کر اپنے قوم و قبیلہ کے ساتھ خیانت کرے اور غداری کا وہی پرانا قصہ دہرائے جسے وقت بھلاتا جا رہا تھا۔ اشعث اس وقت بوڑھا اور مرنے کے قریب تھا جوانی میں اس سے جو بہت بڑی لغزش ہو چکی تھی جس کی وجہ سے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا، لوگ فراموش کرتے جا رہے تھے پھر بھی لوگوں کے حافظہ میں اسکی یاد اب بھی موجود تھی۔

"جب پیغمبر اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی، تو حضرموت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی، اسے فرو کرنے کے لیے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد بن لبید قبیلہ بنی عمرو بن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے گیا، تو شیطان بن حجر کی ایک اونٹنی جو بڑی خوبصورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اسے پسند آگئی، اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اسے دینے پر رضامند نہ ہوا اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اسکے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیاد نہ مانا۔ شیطان نے اپنے بھائی عداء بن حجر کو اپنی حمایت کے لیے بلایا اس نے بھی آکر کہا سنا مگر زیاد اپنی ضد پر اڑا رہا اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدی کرب سے فریاد کی۔ چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اس نے صاف صاف انکار کیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی

رکھنے کی جتنی تدبیریں اُنھوں نے کیں معاویہ اور اُن کے ساتھیوں نے ناکام بنا دیں اب مصالحت کی گنجائش تھی نہ صلح کا موقع تھا۔

اور تماشا یہ کہ اس موقع پر معاویہ اور اُن کے ساتھی وہ نعرہ بھول گئے جو اُن کا نشانِ لشکر تھا یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹)

کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی۔ زیاد اس پر بھڑک اُٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کے لیے تل گیا ادھر بنی ولیعہ بھی مقابلہ کے لیے اکٹھا ہوئے مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے بلکہ بُری طرح اس کے ہاتھوں پٹے عورتیں چھنوائیں اور مال ومتاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اشعث نے اس شرط پر کمک کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمراں مان لیا جائے ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اُسکی رسم تاجپوشی بھی ادا کر دی جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کے لیے نکل کھڑا ہوا ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر بن امیہ والی یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیاد کی امداد کے لیے پہنچ جائے چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لیے آ رہا تھا اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی لوگوں کے ساتھ قلعہ نجیر میں قلعہ بند ہو گیا، دشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے انھوں نے قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔ اشعث نے سوچا کہ وہ بے سرو سامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے رہائی کی کوئی تدبیر کرنا چاہیئے چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا اور زیاد و مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ ساز باز کی کہ اگر اُسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا انھوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ اُن کے نام ہمیں لکھ کر دیدو اُس نے نام لکھ کر اُن کے حوالہ کر دیئے اور اپنی روایتی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا اور یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ میں تمھارے لیے امان حاصل کر چکا ہوں اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو زیاد کی فوج اُن پر ٹوٹ پڑی۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا زیاد کی سپاہ نے کہا غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لیے امان چاہی تھی، جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرضکہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کیے گئے اور حسب معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر طے پایا کہ اُسے حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا جائے وہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے بیگانے عورتیں مرد سب اس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں اور جو اپنی قوم پر تلوار چلوائے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہرصورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر اُمِّ فروہ خواہر ابی بکر سے اس کا عقد ہوا

(ترجمہ نہج البلاغہ جلد سوم مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

انتقام خونِ عثمان کا مطالبہ جو اُن کی دلیل و حجت تھی اور جس کے لیے وہ یہاں آئے تھے۔ کل تک تو وہ جاہ و جلال اور حکومت و اقتدار کے لیے نت نئے رنگ سے اس مطالبہ کا اعلان کرتے تھے مگر اب انہیں کسی حیلہ بہانے کی حاجت معلوم نہیں ہو رہی تھی ولی ارادے پورے ہوتے نظر آرہے تھے۔ اُن کے قبضہ میں قوت و طاقت تھی۔ بہت بڑا لشکر تھا موقع و محل کے لحاظ سے بھی اُن کا پلہ بھاری تھا گھاٹ پر قبضہ ہونے کی وجہ سے غنیم کی پسپائی کے قرائن تھے۔ اس وقت حضرت عثمان اُن کے ذہنوں میں مر چکے تھے اُن کا انتقام بھی مردہ ہو چکا تھا۔ ان کا ذکر و تذکرہ تھا نہ اس کا دعویٰ کسی بھی دعویٰ کرنے والے نے اس وقت وہ پرانا دعویٰ نہیں کیا کہ ہم قصاص عثمان کے طالب ہیں یا یہ کہ علیؑ قاتلانِ عثمان کو امیرِ شام کے حوالے کر دیں یا یہ کہ خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالہ کیا جائے ان تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی اس وقت نہ ہوئی یہ تمام باتیں ایسی تھیں جن کی نہ انھیں ضرورت تھی نہ ان باتوں کو چھیڑ کر وہ اپنی غرض کو پورا کر سکتے تھے۔

مالک اشتر نے عمرو عاص سے پکار کر کہا۔

" فرزند عاص! ہم تو دین و مذہب کی خاطر لڑنے آئے تھے مگر آج بے دین کی لڑائی محض آپ کے نام پر ہو رہی ہے" امیر المومنین

واقعہ بھی یہی تھا محض آن بان بننے کے لیے یہ جنگ ہو رہی تھی۔ گھاٹ معاویہ کے قبضہ میں تھا نہر کی زمین دریا سے دور تھیں اس سے بہتر موقع معاویہ کے لیے کیا ہو سکتا تھا؟ انھوں نے امیرالمومنینؑ کی قوتوں کا اندازہ کیا اور انھیں دقتوں سے اسلحے کا کام لیا یہ ایک ایسا کاری وار تھا کہ بڑے سے بڑے کی ہمت چھوٹ جاتی وہ جس حکومت و اقتدار کے خواب عرصہ سے دیکھ رہے تھے اس کی بہت خوش آئند تعبیر نظروں کے سامنے تھی۔

اشعث نے سپاہ شام کے قریب پہونچکر چلا کے کہا۔
"میں اشعث بن قیس ہوں ..... گھاٹ چھوڑ دو تم لوگ ...."
ابوالاعور نے جواب دیا۔
"خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک ہم اور تم تلوار کا مزہ نہ چکھ لیں"
ایسا ہی جواب عمرو عاص نے دیا۔

خدا کی قسم ہم اُس وقت تک گھاٹ نہ چھوڑینگے جب تک دو دو ہاتھ نہ ہو جائیں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آج کے دن ہم زیادہ ثابت قدم ہوں گے کہ تم۔

اشعث نے مالک کو کہلا بھیجا کہ سواروں کو لے کر اُن کی صفوں میں گھس پڑو۔ اشتر اپنے سواروں کو لے کر یوں بڑھے جیسے غول بیابانی۔ جیسے چڑھتا ہوا دریا اُمنڈتا ہوا سیلاب۔ تنگی کے بعد اب انھیں کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ موت کی ہواؤں میں نسیم آزادی کی خوشبو آرہی تھی۔ اُن کے سپاہیوں نے کل اسی موت کے ڈر سے گھاٹ چھوڑا تھا اور آج اسی موت کے لیے گھاٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایسی زندگی کا فائدہ ہی کیا جس میں سوا ذلت و خواری کے حاصل کچھ نہیں۔ وہ ذلت و خواری بھی کس کے آگے جو خود ذلیل تھا طلیق بن طلیق آزاد کردہ غلام

ابوہانی کہتے ہیں کہ اس روز اشتر نے بہت بہادری کی۔ شدت کی پیاس میں بھی برابر لڑتے جاتے تھے۔ جب اُن کے سامنے پانی لایا گیا تو اُنھوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔

"تاوقتیکہ اور مسلمان پانی نہ پی لیں میں نہیں پیوں گا۔ (سیرۃ علویہ صفحہ ۲۹۹)

مالک اشتر نے اس معرکہ میں اپنی جان لڑا دی وہ اپنے گھوڑے پر سوار بار بار دشمنوں میں گھس گھس پڑے اور اُن کی صفوں کو تہہ و بالا کر کے پلٹے، بقیہ زندگی اُن کی سپر تھی، ایمان و یقین اُن کا قوت بازو تھا جو بھی سامنے آتا اس پر باز شکاری کی طرح ٹوٹ پڑتے، بعضوں کا اُن کے خوف ہی سے دم نکل گیا۔ تلوار و نیزہ سے پہلے اُن کی ہیبت ہی کام کر گئی، گھوڑا اُن کا تباہی کا پیش خیمہ تھا جو اُس کے سامنے ٹھہرنے کی کوشش کرتے اُن پر ٹوٹ پڑتا جو اس سے کترا کے نکلتے اُن کے پیچھے پڑ جاتا ہلاکت اس کے سموں سے لپٹی اور موت اُس کی رفتار پر رقصاں تھی۔

اشتر کی تلوار بجلی کی طرح کوندتی کسی کا سر اُڑاتا تو کسی کا دھڑ گرتا۔ اسپ سیاہ اُنھیں تلواروں اور نیزوں پر اُٹھائے لئے پھرتا۔

شروع میں خاص خاص افراد مالک اشتر کی تلوار کا نشانہ ہوئے مشہور اور نمودار بہادران عرب جنکی شجاعت و بہادری کے شام میں ڈنکے بجتے تھے۔ ابن فیروز نے انھیں للکارا کالے سیاہ گھوڑے کے سوار ادھر آ۔ مالک اشتر دوڑے نیزہ کا ایک بھرپور ہاتھ مارا اُسکی پشت دو ٹکڑے ہو گئی۔ پھر دوسرے پہلوانوں کی شامت آئی۔ انھیں میں زامل نام کا ایک شخص تھا جو علمدار لشکر بھی تھا۔ مالک ابن ادہم تھا جو شام کا مشہور بہادر تھا۔ اجلح تھا جسے چوٹی کے پہلوانوں میں گنا جاتا تھا سبھی اُن کی تلوار کا شکار رہے۔ موت کبھی مالک کیطرف لپکتی اور کبھی ان پہلوانوں کی طرف کئی مرتبہ ایسا ہوا موت پہلوانوں کا گھوڑا چھوڑ کر مالک کا رُخ کرتی اور پھر اُنھیں چھوڑ کر پہلوانوں کے سر پر منڈلا جاتی۔

ابن ادہم مالک پر حملہ آور ہوا اور چھا گیا اُن پر، دیکھنے والوں نے سمجھا کہ مالک مارے گئے۔ مگر جب اُس نے نیزہ چلایا تو یہ گھوڑے کی پیٹ سے پھسل کے شکم کی طرف آ رہے اور بال بال بچے ابن ادہم کو سکتہ سا ہو گیا پلک جھپکنے کی بات تھی پھر گھوڑے کی پیٹھ پر جمے بیٹھے تھے۔ مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔

"تمھارا نیزہ دھوکا دے گیا تم کو"

اسکے ساتھ ہی ایک ہاتھ جو مارا تو ابن ادہم کا قصہ پاک تھا۔

ابن ادہم کے بعد زائل سامنے آیا اصیل گھوڑے پر سوار اور پوری طرح چوکنا اور ہوشیار تاک میں لگا ہوا کہ ذرا غافل ہوں اور کام تمام کر دے۔ پلک جھپکتے ہی اُس نے نیزہ کا وار کیا اور لوگوں نے دیکھا کہ مالک گھوڑے کے قدموں پر لوٹ رہے ہیں مگر مالک کی قبر وہاں نہ بنی تھی زائدہ نے نیزہ کے وار کو بیکار

کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مالک کی تلوار کا پہلا وار گھوڑے پر پڑا جس سے اس کے پاؤں کٹے دوسرا وار زائل پر اور وہ خاک و خون میں غلطاں تھا۔

اجلح کا بھی یہی حشر ہوا کوئی امتیازی شان اُسے اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں حاصل نہ ہوئی۔ سوا اس کے کہ ماتم کرنے والی ایک بہن اُسے نصیب تھی جس نے اسکے ذکر کو قدرے زندگی بخشدی۔ بہن نے اپنے بھائی کا غم منایا ہر وقت روتی اور نوحہ و ماتم کرتی، بھائی کا ایسا مرثیہ پڑھتی کہ سننے والوں کی روح تحلیل اور دل پارہ پارہ ہو جاتے۔ آخر غم میں اس کی جان بھی گئی۔

ایک دن امیرالمومنینؑ نے اُسے اپنے بھائی کا مرثیہ پڑھتے ہوئے سنا

الا ابکی اخالقه　　　فقد واللہ ابکینا
میرے بھائی پر رو پڑ پھر [illegible]　　　خدا کی قسم جس نے ہم لوگوں کو رلا دیا ہو
اتانا الیوم مقتلہ　　　فقد حزت نواصینا
اس کے قتل کی خبر ہمیں آج پہنچی　　　اور اس نے ہم لوگوں کی پیشانیاں رگڑ دیں
کریم ماجد الجد　　　من ابنی من اعادینا

وہ خود بھی شریف تھا اور اسکے باپ دادا بھی شریف تھے وہ ہمارے دشمنوں سے ہمارا جی ٹھنڈا کرتا تھا
امیرالمومنین تڑپ گئے اور اسکی مصیبت پر آپ کا قلب مبارک بھی رنجیدہ ہو گیا۔ جب اس نے یہ شعر پڑھا۔

شفانا اللہ من اهل العراق　　　فقد اباد ونا

خداوند عالم عراق والوں کی طرف سے ہمارا دل ٹھنڈا کرے کہ انھوں نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔
امیرالمومنینؑ اصحاب کی طرف مڑے اور فرمایا۔
یہ جو تم ان عورتوں کی نوحہ و زاری دیکھ رہے ہو یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ ان شام والوں نے اپنی عورتوں پر انتہائی ظلم کیا انھیں بیوگی میں مبتلا کیا اور انھیں محزون و مصیبت زدہ بنا کے رکھ دیا یہ ساری باتیں جگر خوارہ کے بیٹے کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ خداوندا سپران سب کے گناہ کا بار رکھ اور انکے بوجھ کے علاوہ اور بھی بہتیرے بوجھ ڈال۔

اشتر اور اشعث نے تابڑ توڑ سخت سے سخت حملے کیے ایک حملہ پر دوسرا حملہ۔ انہوں نے دشمن کے بڑے بڑے سرداروں کو تہ تیغ کیا۔ اشتر اپنے سواروں کے ساتھ ایک طرف قیامت ڈھائے ہوئے تھے، اشعث اپنے پیادوں کے ساتھ دوسری طرف تباہی مچائے ہوئے تھا دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفیں بکھرنے لگیں مجمع کائی کی طرح پھٹنے لگا اور گھاٹ کا راستہ صاف تھا۔

سپاہیوں کے قدم اکھڑنے کے بعد معاویہ کے قدموں کو ثبات کہاں سے حاصل ہوتا انھوں نے فرار

کی ٹھانی اور وہاں سے بھاگ کر تین فرسخ دُور جاکر مقیم ہوئے اور وہاں سے بقیہ فوج کو کہلا بھیجا۔
"لڑائی بند کردو اور دریا اُن کے حوالے کردو۔"

اب لڑائی کی ہمت بھی کہاں سے ہوتی۔ جس نے اپنا نفس خدا کے ہاتھ بیچ رکھا تھا وہ فتحیاب ہوا اور جس نے اپنی آخرت کا حصہ دنیاوی خواہشوں کے بدلے بیچ دیا وہ گھاٹے میں رہا۔ حق سربلند ہوا اس لیے کہ وہ ہمیشہ سے سربلند ہے اور باطل برباد ہوا اس لیے کہ وہ ہمیشہ سے برباد ہے۔

جس وقت گھاٹ امیرالمومنینؑ کی فوجوں کے قبضہ میں آگیا اور معاویہ اپنے لشکر سمیت دُور بھاگ گئے تو عمرو عاص نے معاویہ سے کہا۔

"معاویہ اب بتاؤ اگر یہ لوگ تم پر اسی طرح پانی آج بند کردیں جس طرح تم نے بند کردیا تھا تو کیا اُن کی طرح پانی کے لیے تم بھی لڑ سکتے ہو۔"

معاویہ نے غم و غصہ کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"جو بات ہو چکی اب اس کا تذکرہ ہی کیا۔"

معاویہ نے دریا پر نظر کی فتحیاب لشکر کا جائزہ لیا۔ امیرالمومنینؑ کی پاکیزہ طبیعت پر نظر کی چہرہ پر کچھ دیر کے لیے غور و فکر کی شکنیں اُبھریں۔ پھر چہرے پر اطمینانی کیفیت پیدا ہوگئی اُنھوں نے عمرو عاص سے پوچھا

"فرزند عاص! تمھارا کیا خیال ہے علیؑ کے متعلق؟"

عمرو عاص نے کہا

"میرا گمان یہ ہے کہ جو حرکت تم نے مباح سمجھی علیؑ کبھی مباح نہیں سمجھیں گے وہ پانی کے لئے نہیں بلکہ اور غرض سے یہاں آئے ہیں۔"

(الامام علی ابن ابی طالب جلد سوم۔ سیرۃ علویہ۔ تاریخ اسلام ماسٹر ذاکر حسین دہلوی وغیرہ)

تیسرا باب

صُلح کی کوششیں

فرات پر قبضہ کو دو ہی دن ہوئے تھے کہ ذی الحجہ کا مہینہ آگیا۔ یہ دو دن امن و عافیت سے گذرے کسی طرف سے چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی امیرالمومنین ؑ نے اپنے ساتھیوں کو نہ شماتت کی اجازت دی نہ تشدد کی۔ نہ اسی کو پسند کیا کہ کوئی انتقامی کارروائی کی جائے اور جسطرح معاویہ نے آپ کی فوج پر پانی روک دیا تھا آپ کی طرف سے بھی بندش ہو۔ جس وقت مہم سر کر کے اشعث امیرالمومنین ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

"امیرالمومنینؑ اب تو آپ ہم سے راضی ہوگئے ہوں گے؟ خداوند عالم نے پانی پر آپ کو قابض کر دیا۔"

امیرالمومنینؑ نے اپنے سپاہیوں سے خطاب کر کے فرمایا۔

"بقدر ضرورت پانی لے لو اور اپنے اپنے کیمپ میں واپس جاؤ۔"

ساتھی بگڑے کہ ہم دشمنوں سے ویسا ہی سلوک کیوں نہ کریں؟ جو انھوں نے ہمارے ساتھ کیا۔ جسطرح انھوں نے ہمیں پانی سے روکا تھا ہم بھی انھیں روکیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

لوگو! خداوند عالم نے تمھیں اُن پر فتحیاب کیا انھوں نے اپنے ظلم اور بغاوت کی سزا پائی۔ ہمارا دین اور ہمارا اخلاق اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنے دشمن سے ویسا ہی سلوک کریں جو اس نے ہم سے کیا تھا ہم جاہلوں کا کام کبھی نہ کریں گے، ہم اُن کے سامنے کتاب الٰہی پیش کریں گے اور انھیں ہدایت کی طرف بلائیں گے، اگر انھوں نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا تو خیر ورنہ پھر ہمارے اور اُن کے درمیان تلوار کی دھار فیصلہ کریگی۔"

آپ نے معاویہ کے پاس کہلا بھیجا۔

"ہم تمھاری زیادتیوں کا انتقام نہیں لیں گے تم آؤ اور پانی لو، ہم تم اس میں برابر کے حقدار ہیں۔"

تھوڑی دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ اہل عراق اور اہل شام دونوں ایک گھاٹ سے پانی لے رہے تھے اور کوئی ایک دوسرے سے تعرض نہیں کر رہا تھا۔ (امام علیؑ ابن ابی طالبؑ جلد سوم سیرۂ علویہ)

"اس جگہ ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت علیؑ کی یہ کارروائی ٹھیک تھی؟ کیا حضرت علیؑ کو نہیں چاہیئے تھا کہ وہ بھی اپنے دشمن سے اسی قسم کا سلوک کرتے جو وہ اُن سے کر چکا تھا؟ جنگی نقطۂ نظر سے خواہ حضرت علیؑ کا اپنے دشمن سے یہ برتاؤ ٹھیک ہو یا غلط لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ کارنامہ آپ کی شرافت بزرگی اور اخلاق کی بلندی کی ایک زندہ مثال ہے۔

(خلفائے محمد عمر ابوالنصر)

پورے دو دن امن وسکون سے گزرے نہ کسی نیزے کو حرکت ہوئی نہ کوئی تلوار نیام سے باہر آئی تیسرے دن یکم ذی الحجہ کو امیرالمومنینؑ نے اپنے چند رفیقوں بشیر بن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو بلا کر کہا "تم لوگ معاویہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ بھی عامۃ المسلمین کی طرح بیعت کر لیں اور جماعت میں داخل ہو جائیں۔ ان لوگوں میں سے کسی نے سوال کیا۔

"حضور! ہم انھیں ایسی لالچ نہ دیں کہ اگر وہ آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ انھیں اُن کے عہدے پر برقرار رکھیں گے؟

آپ نے سودا بازی کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا۔

"تم لوگ اُن کے پاس جاؤ انھیں قائل کرنے کی کوشش کرو اور دیکھو کہ وہ کہتے کیا ہیں؟"

مگر معاویہ نے اس مرتبہ بھی کوئی نئی بات نہیں کی جو سرکشی اور تمرد پہلے تھا اُسی کا مظاہرہ اب بھی ہوا وہ پہلے جو طے کر چکے تھے اس سے ذرہ برابر پیچھے نہ ہٹے۔ بشیر بن عمرو نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے معاویہ سے کہا۔

"اے معاویہ! عنقریب تم اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جانے والے ہو جہاں خدائے تعالیٰ تمھارے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور جو کام تم نے دنیا میں کیے ہیں اُن کا پورا پورا بدلہ دے گا میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اُمت میں تفرقہ پیدا نہ کرو اور مسلمانوں کے خون سے اپنا دامن بچاؤ"

معاویہ نے اس نصیحت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

یہی نصیحت تم نے علیؑ کو کیوں نہیں کی؟

اُنھوں نے جواب دیا

"علیؑ تمھاری طرح نہیں ہیں، وہ اپنی فضیلت، دینی عظمت، اسلام میں سبقت اور رسول اللہ سے قرابت کی بنا پر بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔"

معاویہ نے پوچھا

"پھر وہ کہتے کیا ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا۔

"وہ تمھیں اللہ کی اطاعت اور اپنی بیعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم نے ان کی دعوت قبول کرلی تو یہ تمھارے لیے دنیاوی لحاظ سے بھی مفید ثابت ہوگا اور تم آخرت میں خدائے تعالیٰ کے سامنے سُرخ رو بھی ہوسکو گے۔

معاویہ نے کہا۔

"اور ہم عثمان کے خون کو یونہی رائگاں جانے دیں۔ خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔"

اس پر شبث بن ربعی کھڑے ہو گئے اور بولے۔

"اے معاویہ! جو کچھ تمھارا ارادہ اور مطلب ہے وہ ہم سمجھ گئے ہیں، تمھارے پاس کوئی ایسا حربہ نہیں تھا جس سے تم لوگوں کو گمراہ کرسکتے اور انھیں اپنے طرف مائل کرسکتے۔ اس پر تم نے اُن کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کیا کہ تمھارا امام مظلوم قتل کیا گیا ہے اور ہم اسکے خون کا بدلہ لینے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس پر بیوقوف لوگ تمھارے پیچھے چل پڑے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے جان بوجھ کر حضرت عثمان کی مدد کرنے میں دیر کی اور دل سے یہ چاہا کہ انھیں شہید کردیا جائے تاکہ تم وہ کچھ حاصل کرسکو جو تمھارا مدعا ہے لیکن یاد رکھو کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کام لے کر ایسے لوگوں کو نامراد کردیتا ہے اور بعض دفعہ ان لوگوں کو اُن کی خواہشات اور آرزوؤں سے بھی بڑھ کر دیتا ہے لیکن تمھارے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی مفید نہیں ہوسکتی اگر تم اپنے مقصد میں ناکام رہے تب تو ظاہر ہے کہ تم سے زیادہ بدبخت عربوں میں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر کامیاب بھی ہوگئے تب بھی جہنم کی آگ کی لپیٹ سے نہیں بچ سکتے اس لئے اے معاویہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے موجودہ رویّہ کو ترک کرکے خلافت کے حق دار سے جھگڑا مت کرو۔"

(خلفائے محمد عمر ابوالنصر ترجمہ محمد احمد پانی پتی)

شبث کی اس تقریر نے معاویہ پر سکتہ ساطاری کردیا بگڑ کر کہنے لگے۔

"اے سخت مزاج گنوار تو نے سراسر جھوٹ بولا ہے۔ جاؤ ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

معاویہ کی سرکشی اور تمرد کا نہ تو یہ پہلا ہی موقع تھا نہ آخری۔ اس سے پہلے بھی اُنھوں نے عداوت کی انتہا کردی تھی اور اسکے بعد بھی بارہا وہ حدوں سے گذر گئے لیکن ہر مرتبہ اُنھوں نے ظاہر یہی کیا جیسے انھیں مسلمانوں کی بڑی فکر ہے اور اُن کے اتحاد و اتفاق اور شیرازہ بندی کی بڑی پیچینی ہے چونکہ علی تمام ہی مسلمانوں کی نظروں میں معزز و محترم تھے۔ علیؑ کی عظمت و جلالت اور افضل خلائق ہونے میں کسی کو بھی شک و شبہ

نہ تھا اس لئے اُن کی تمام تر کوشش یہی رہتی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں جو اُن کی قدر و منزلت ہے وہ باقی نہ رہے، لوگ اُن سے بیزار ہو جائیں اور ہمارے مقابلہ میں اُن کی نصرت اور حمایت پر کوئی آمادہ نہ ہو۔ ابو درداء اور ابوامامہ باہلی دو صحابی پیغمبرؐ کے شام ہی میں معاویہ کے پاس رہتے تھے ان دونوں نے معاویہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ابو درداء نے کہا۔

"معاویہ تم آخر علیؑ سے برسرپیکار کیوں ہو؟ خدا کی قسم وہ تم سے بہت پہلے اسلام لائے تم سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اور پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ قریبی تعلق رکھتے ہیں۔"

معاویہ نے کہا۔

"میں اُن سے عثمان کے خون ناحق کے لئے لڑتا ہوں۔"

ابو درداء نے پوچھا۔

"کیا عثمان کو علیؑ نے قتل کیا ہے؟"

معاویہ نے کہا۔

"اگر قتل نہیں کیا تو قاتلوں کو پناہ تو دی ہے اُن سے کہو کہ وہ قاتلین سے قصاص لے لیں میں اہل شام میں سب سے پہلے اُن کی بیعت کر لوں گا۔"

ان سادہ لوح بزرگوں پر معاویہ کا یہ جادو چل گیا وہ یہ نہ سوچ سکے کہ قصاص کا حق صرف مسلمانوں کے حاکم ہی کو حاصل ہے ورنہ ہر شخص قصاص لینے لگے تو انتظام مملکت ہی فاسد ہو جائے۔ معاویہ کو اس قصاص سے واسطہ ہی کیا تھا۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح امت کی ایک فرد وہ بھی تھے اور آج یہ قصاص کا مطالبہ کیا جب اس شخص معاویہ نے کل عثمان کی مدد سے پہلوتہی کی تھی اور قاتلوں کو موقع دے دیا اُن کی ہلاکت کا۔ حضرت عثمان نے ایک دو نہیں کئی کئی خط لکھ کر معاویہ سے فوجی مدد مانگی تھی اگر معاویہ واقعی اُن کی زندگی چاہتے ہوتے تو شام کا لشکر بھیج کر اُن کے قتل کی نوبت ہی نہیں آنے دیتے۔

ابو درداء اور ابوامامہ اس بیہودہ دلیل کو لے کر علیؑ کے پاس آئے اور آپ کو معاویہ کی شرط اطاعت سے خبردار کیا۔ امیر المومنین سمجھ گئے کہ معاویہ کا حقیقی منشا کیا ہے اور امر محال کا مطالبہ پیش کر کے ان سیدھے سادے مسلمانوں کے ساتھ کیا چال چلی ہے۔ آپ نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے لشکر کے پاس لے جا کر کہا۔

"یہی لوگ جنہیں تم دیکھ رہے ہو قاتلین عثمان ہیں۔"

جب ان دونوں نے لشکر کا چکر لگایا اور لشکر والوں کو ان کے آنے کا مقصد معلوم ہوا تو تقریباً ۲۰ ہزار آہن پوش سپاہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم آواز ہو کر سب نے کہا۔

"ہم سب ہی عثمان کے قاتل ہیں۔"

معاویہ کے پاس قصاص عثمان ہی کا ایک حیلہ نہیں ایسے ایسے بہت سے شاخسانے تھے وہ کبھی ایک دعویٰ کرتے جب اُسے کوئی قابلِ اعتراض ٹھہراتا تو دوسرا دعویٰ کر دیتے دوسرے کے بعد تیسرا۔ ایک سلسلہ تھا جو ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا جب اُن کو قائل کرنے کی کوشش کی جاتی وہ یکے بعد دیگرے نئی چال چلتے رہتے۔

"میں علیؑ سے عثمان کے خون کا طالب ہوں، انھوں نے عثمان کو قتل کیا اور اُن کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔"

"اگر علیؑ نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں بھی کیا تب بھی حکم تو ضرور دیا تھا اور انھیں نے لوگوں کو اُن کے قتل کی ترغیب دی۔"

"اگر علیؑ کا قتلِ عثمان میں کوئی ہاتھ نہیں تو وہ قاتلینِ عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں وہ انھیں کے لشکر میں ہیں اور اُن کے اصحاب و رفقا ہیں۔"

"علیؑ نے بغیر ہم لوگوں کے مشورہ کے خلافت کیسے سنبھالی۔"

"شام کے لوگ بھی مہاجرین و انصار کے تابع ہیں، ان لوگوں سے تو کوئی مشورہ ہی نہیں لیا گیا۔"

بہانے پر بہانہ تھا اور حیلے کے بعد حیلہ غرض فقط یہ تھی کہ کسی طرح اپنا کام نکلے اور پھر اپنے اوپر کوئی الزام نہ آنے پائے کہ بغاوت و سرکشی کا شبہ بھی کسی کو ہو۔ گو یہ ماننے والے ہوں اور اُن کے سارے دلائل مضحکہ خیز تھے [illegible] واقعات کی روشنی میں [illegible] کے مقابلہ میں کسی کا بھی کوئی وزن [illegible]
حضرت عثمان کسی ایک شخص کے ہاتھوں مقتول ہوئے تھے نہ اُن کا قتل کسی ذاتی عداوت کا نتیجہ تھا وہ ایک مملکت کے حکمراں تھے رعیت اُن سے تنگ ہوئی اُن کے خلاف عام ہیجان پیدا ہوا۔ چھوٹے بڑے ذلیل و شریف، قریب و بعید سبھوں نے مل کر اُن کے خلاف محاذ قائم کر لیا جس میں مکہ و مدینہ کے معززین بھی تھے اور دیگر بلاد و اطراف کے مسلمان بھی۔

امیرالمومنینؑ نے کتنا جامع تبصرہ کیا ہے اصل حقیقتِ واقعہ پر۔

"لوگوں نے قرآن کی اُن کے خلاف تاویل کی۔ آپس میں اختلاف واقع ہو گیا لوگوں نے انھیں اُن کے مرکزِ حکومت میں قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں سے کوئی قصاص لینا ممکن ہی نہیں۔"

جب معاویہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے آپ سے کہا۔

"آپ گواہی دیتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔"

آپ نے فوراً ہی کہا۔

"نہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم مارے گئے اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ظالم تھے اور ظلم کی پاداش میں مقتول ہوئے۔"

فتنہ سے پہلے آپ حضرت عثمان کو متنبہ کرتے تھے۔

"لوگ آپ کے عدل کے زیادہ محتاج ہیں بہ نسبت آپ کو قتل کرنے کے"
جب حضرت عثمان نے آپ کی نصیحتوں پر کان نہ دیا حسب معمول مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہے اور لوگوں نے چاروناچار آپ کو قتل کر دیا تو آپ نے قاتل و مقتول دونوں کے متعلق کھلے لفظوں میں اپنی رائے ظاہر کی:۔

استاثر فاساء الاثرة وجزعتم فاساتم الجزع ولله حكم واقع في المستاثر والجازع۔

"انھوں نے اپنے عزیزوں کی طرفداری کی تو بری طرح طرفداری کی اور جب تم گھبرا گئے تو بری طرح گھبرا گئے اور اب دونوں بے جا طرفداری کرنے والے اور گھبرا اٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے"

مگر معاویہ کسی طرح تھکنے کا نام نہیں لیتے تھے انھیں جب کبھی بحث و مباحثہ یا حجت و تکرار کا موقع ملتا لوگوں کے سامنے اپنے انھیں خیالات کا اظہار کرتے اس امید میں کہ ممکن ہے سادہ لوح افراد میری باتوں سے متاثر ہو جائیں۔ عرب کے سبھی رہنے والے آن پر مرتے اور انتقام کے دیوانے تھے۔ شام تو ان کا پرورده اطاعت گذار تھا ہی وہاں تو کوئی اُنکی مرضی کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لانے والا نہیں تھا یہانتک کہ آج کے دن بھی جبکہ شامیوں کو شکست فاش کی ذلت نصیب ہوئی تھی کسی پوچھنے والے نے معاویہ سے نہ پوچھا اور نہ انھیں مجبور کیا کہ امیرالمومنینؑ جو صلح و مصالحت کی دعوت دے رہے ہیں اُسے ضرور قبول کر لینا چاہیئے۔

چوتھا باب

لڑائی کی شروعات

ذی الحجہ کا پورا مہینہ صفین میں گذر گیا نہ صلح ایسی صلح تھی نہ جنگ ایسی جنگ۔ فریقین کی طرف سے میل ملت کے مظاہرے بھی ہوتے تھے اور عناد و عداوت کے بھی۔ امیر المومنینؑ برابر کوشاں رہے کہ کسی بھی صورت سے یہ جنگ ٹل جائے اور کشت و خون کی نوبت نہ آئے اور ادھر معاویہ کی گردن اور اکڑتی جاتی اور تمرد و عناد بڑھتا جاتا۔ جب کامیابی نصیب ہوتی تو جابر بن جاتے اور جب شکست اٹھانے کی نوبت آتی تو مکر و فریب کی باتیں کرتے صلح و مصالحت کے لیے آدمی دوڑانے لگتے۔

امیر المومنینؑ کے ہمراہیوں کا سینہ اب تنگی کرنے لگا تھا وہ آنکھوں سے دیکھتے کہ دشمن اپنی ڈھٹائی پر اسی طرح تلا ہوا ہے وعظ و نصیحت کی لاکھ کوشش جاری ہے اپنی ہٹ سے باز نہیں آتا۔ امیر المومنینؑ کی نرمی اور رحم دلی کی پالیسی سے کبھی لوگوں کو شبہ ہوتا کہ امیر المومنینؑ شاید طے نہیں کر پاتے کہ معاویہ سے لڑنا جائز ہو یا نہیں، کبھی یہ سمجھتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں۔ حضرت کو جب ان چہ میگوئیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا:۔

اما قولکم اکل ذالک کراھیۃ الموت فواللہ ما ابالی ادخلت الی الموت او خرج الموت الیّ و اما قولکم شکا فی اھل الشام فواللہ مادفعت الحرب یوما الا وانا اطمع ان تلحق بی طائفۃ فتھتدی بی و

تم لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ پس و پیش کیا اس لیے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اس سے بھاگتا ہوں تو خدا کی قسم مجھے ذرا پروا نہیں کہ میں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اسی طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ کیا مجھے اہل شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ تامل ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک

وتعشو الی ضوئی وذلک احب
الیّ من ان اقتلها علی ضلالها
وان کانت تبوء باٰثامها"

ان کے لیے بھی التوا میں نہیں ڈالا، مگر اس خیال سے کہ
ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آکر مل جائے اور
ہدایت پا جائے اور اپنی چوندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری
روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انہیں
قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار
بہرحال یہ خود ہوں گے۔ (ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین جلد اول)

امیرالمومنینؑ کا ہمیشہ سے یہی مقولہ تھا اور یہی طرز عمل بھی۔ جہاں تک ممکن ہوتا جنگ میں تامل کرتے کہ شاید خداوند عالم دشمن کو ہدایت دے اور شیطان کے بہکانے سے اُسے محفوظ رکھے۔ پہلے نرمی برتتے اور جب بالکل مایوسی ہو جاتی تب تلوار اٹھاتے اور قصہ پاک کر کے دم لیتے۔ آپکے دل میں بھی آپ صبر سے اسی لیے کام لیتے تھے توقع تھی کہ شاید میری امیدیں بر آئیں۔ جل وہی آپ تھے اور بدر و اُحد خندق و خیبر کا منظر تھا اور ہاتھوں میں وہی تلوار جس سے کافروں کے ہر گھر میں صف ماتم بچھا دی تھی۔ آپ بلا خوف ان کے رن میں دشمن کی صفوں میں گھس جاتے اس عالم میں کہ نہ سر پر خود ہوتا نہ بدن میں زرہ۔ جب آپ کے اصحاب اندیشہ و تشویش کا اظہار کرتے تو ارشاد فرماتے۔

"تم لوگ مجھے موت سے ڈراتے ہو، خدا کی طرف سے مجھے بہت مضبوط سپر حاصل ہے۔ جب میرا وقت آجائے گا تو یہ سپر ہٹ جائے گی اور مجھے موت کے حوالے کر دے گی۔ اس وقت البتہ نہ کوئی تیر خالی جائے گا اور نہ کسی زخم سے جانبری ہوگی۔"

موت کے ڈر سے کبھی آپ نے جنگ سے گریز نہ کی، موت تو بہرحال ہر ایک کو آنی ہے۔ آپ دشمنوں سے حتی الامکان جنگ سے بچتے کہ شاید ان کو سمجھ آجائے۔ اس وقت آپ کا اور معاویہ کا معاملہ درپیش تھا بلکہ اسلام کا معاملہ تھا تمام مسلمانوں کی جان خطرہ میں تھی۔ ان البلاء اذا نزلت عمت مصیبت جب آتی ہے تو گنہگار اور بے گناہ سب ہی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

(۲)

جنگ صفین کا سلسلہ تقریباً سو دن رہا۔ ۹۰ لڑائیاں ہوئیں لیکن اکثر لڑائیاں لوٹ مار اور جھڑپ کی حیثیت رکھتی تھیں جن میں کسی طرف سے پوری قوت کا استعمال نہیں ہوا نہ کسی فیصلہ کن نقطہ پر اُن کا اختتام ہوا۔

لڑائی کا طریقہ یہ تھا کہ امیرالمومنینؑ اپنے کسی صحابی کو حکم دیتے وہ ایک دستہ فوج کا لیکر دشمن سے جنگ کرنے جاتے کبھی دن میں ایک ہی لڑائی ہو کر رہ جاتی کبھی دو دو مرتبہ ہوتی پھر ہر فریق دن ڈوبتے اپنے اپنے کیمپ واپس آجاتا کبھی اشتر فوج کی کمان کرتے کبھی اشعث بن قیس، کبھی دوسرے افراد جیسے حجر ابن عدی،

شبث بن ربعی، خالد بن معمر، زیاد بن نضر، زیاد بن حفصہ تمیمی، سعید بن قیس، محمد ابن حنفیہ، معقل ابن قیس، قیس ابن سعد وغیرہ۔ معاویہ کی طرف سے عبدالرحمان بن خالد بن ولید، ابوالاعور سلمی، شرجیل بن سمط کندی، حمزہ بن مالک ہمدانی باری باری سے آتے تھے۔ لڑائی کی یہی صورت آخر ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ تک رہی، گویا دونوں فریق عام تباہی و بربادی کے ڈر سے اپنی پوری طاقت میدان میں لانے سے گریز کرتے تھے۔ صلح کی بات چیت اس دوران میں بھی جاری تھی اور مصالحت کی طرف سے بالکل ناامیدی نہیں ہوگئی تھی۔ کیونکہ امیرالمومنینؑ برابر لوگوں کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کرتے رہتے۔

محرم شروع ہوتے ہی لڑائی رک گئی تلواریں نیاموں میں چلی گئیں اور ان کی جگہ زبان و قلم نے لے لی۔ یہ چاند ہوتے ہی پھر ایک مرتبہ قاصد ایک دوسرے کی طرف سے صلح و مصالحت کے لیے آنے جانے لگے۔ حتیٰ کہ معاویہ کی طرف سے بھی مصالحت میں دلچسپی کا اظہار ہونے لگا جیسے انھیں بھی اس کی بڑی ضرورت ہو وہ اس پر کسی حد تک مجبور بھی تھے۔ عوام کے دل میں صلح کی خواہش جاگ رہی تھی۔ فریقین میں سے ہر فریق اس کی اہمیت کا قائل تھا۔ سمجھ لو تو یہ تھی کہ محض یہ مہینہ ہی نہیں بلکہ تو ہو گئی تھیں بہت ممکن ہے سمجھوتہ کی کوئی صورت نکل آئے۔ مگر حقیقت میں معاویہ کا ارادہ صلح کا نہ تھا انھوں نے میل ملاپ کی کوئی سچی کوشش ہی کی وہ ایسا کر بھی کیسے سکتے تھے جبکہ اس صورت میں سراسر انکا گھاٹا تھا۔ میل ہو جانے پر ان کے منصوبے خاک میں مل جاتے اصل بات یہ تھی کہ وہ دیکھتے تھے کہ عوام امن امان سے زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہیں وہ اس طرح مل جل کر رہنا چاہتے ہیں جیسے کچھ دن پہلے رہتے تھے۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمارے مخالف نہ ہو جائیں اور ہم ہی کو فتنہ و فساد کا بانی اور اتحاد کا دشمن سمجھنے لگیں بس یہی ایک حیلہ رہ جاتا ہے کہ ہم بھی ان کے ہم آواز ہو جائیں اور جو یہ کہتے ہیں وہی ہم بھی کہنے لگیں۔ اسی منصوبہ کے تحت انھوں نے بھی اپنی طرف سے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حبیب بن مسلمہ فہری، شرجیل بن سمط کندی اور معن بن یزید الاخنس کو صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بھیجا۔ حبیب نے گفتگو شروع کی اور کہا۔

”حضرت عثمان خلیفۂ برحق تھے، کتاب اللہ پر ان کا عمل تھا، تم نے ان کی زندگی کو گوارا نہ جانا اور خیال کیا کہ وہ بہت دن کے بعد مریں گے۔ تم نے ظلم کر کے ان کا خاتمہ کر دیا اگر تمکو انکار ہو تو ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو پھر خلافت سے علحدہ ہو جاؤ۔ مسلمان اپنے اتفاق سے جسے چاہیں گے خلیفہ کر لیں گے“

امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔

”کیا خوب تم اور مجھے معزول کرو۔ خاموش رہو تم اس معاملہ میں بولنے کے اہل نہیں ہو“

حبیب نے کھڑے ہو کر کہا۔

”تم مجھے اس حالت میں دیکھو گے جو تمھیں پسند نہیں ہوگی“

آپ نے فرمایا۔

خدا مجھے اس دن کے لیئے زندہ نہ رکھے جاؤ جو تمھارے دل میں ہو گر گذرو۔"

نزاع و تکرار بڑھ گئی علیؑ اپنے حق پر جمے ہوئے تھے اور وہ لوگ حسب معمول بہتان تراشی اور افترا پردازی پر۔ بال برابر بھی اپنے بغض و عناد سے ہٹنے پر تیار نہیں۔ امیرالمومنینؑ کی مخالفت کے سوا کوئی دوسری بات ہی نہ تھی اور نہ اسکے علاوہ کوئی غرض کہ آپ اس خلافت سے دستبردار ہو جائیں جسے عامۃ المسلمین نے متفقہ طور پر آپ کے حوالہ کیا تھا جب امیرالمومنینؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ دلیل و برہان سے قائل ہونے والے نہیں تو آپ نے اُن کے جوش محبت اور جذبۂ الفت سے اپیل کی جو ہر مسلمان کے دل میں پیغمبر اسلام کیلئے مخصوص تھا مگر وہاں پیغمبرؐ کا خیال تھا ہی کس کو جو علیؑ کی باتوں پر دھیان ہوتا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔

"......... مجھے تم لوگوں سے سخت تعجب ہے، باوجودیکہ میں اہل بیت نبی کریم میں ہوں اور اسی خاندان سے ہوں جس سے تمھیں بغض نہ رکھنا چاہیئے۔ میرے ہوتے تم معاویہ کے مطیع کیوں ہو گئے تمھیں میری مخالفت کرنا اور میرے مقابلہ میں کسی اور کو لانا زیب نہیں دیتا۔ میں تمھیں کتاب اللہ اور سنت نبویؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور باطل کو مٹانے اور حق کو زندہ کرنے کی طرف بلا رہا ہوں......"

شرجیل نے یہ سن کر کہا۔

"آپ یہ گواہی تو دیجئے کہ عثمان مظلوم مارے گئے۔"

آپ نے فرمایا۔

"میں نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم قتل کیئے گئے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ ظالم ہونے کی حالت میں قتل کیئے گئے۔"

اس پر ان تینوں قاصدوں نے کہا۔

"جو شخص یہ نہیں کہتا کہ حضرت عثمان مظلوم مارے گئے ہمارا اُس سے کوئی واسطہ نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ تینوں واپس چلے گئے۔ امیرالمومنینؑ نے اس وقت یہ آیت پڑھی۔

انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم۔ ان تسمع الا من یومن بآیاتنا فھم مسلمون۔

تو نہ مردوں کو کچھ سنا سکتا ہے اور نہ بہروں کو جب وہ پیٹھ پھیر لیں، تو اندھوں کو اُن کی گمراہی سے نجات نہیں دلا سکتا۔ تو اپنی باتیں اُنھیں لوگوں کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لائیں اور تابعداری اختیار کریں۔

اس طرح معاویہ نے بھی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ میں بھی امن وامان پسند اور صلح و مصالحت کا خواہاں ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے درپردہ فتنہ کی آگ بھڑکانے اور مسلمانوں میں رخنہ ڈالنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ سفیروں کو بھیجنے کا مطلب محض یہ تھا کہ اصل نیت ان کی ڈھکی چھپی رہے سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان اُن کے حقیقی ارادہ سے واقف نہ ہونے پائیں۔ ان سفیروں کو بھیجتے وقت بھی معاویہ جانتے تھے اور بھیجنے کے پہلے اور بعد بھی سمجھتے تھے کہ علیؑ کی بیعت تمام ارباب حل وعقد کے اتفاق سے طے پائی ہے انھیں اس میں کوئی دخل دینے کا حق حاصل نہیں اُن کے لیے بس یہی دو صورتیں ہیں کہ یا تو بیعت کرکے مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہیں یا بیعت سے علٰحدہ ہو کر باغی بن جائیں مگر معاویہ ہی کب ہوتے جو علیؑ کی بیعت کر لیتے۔

معاویہ کے سفیر ناکام واپس ہوئے اور آکر انھوں نے معاویہ سے ساری روئداد کہہ سنائی اس سے پہلے اور بعد کی سفارتیں بھی ناکام رہ گئیں مگر معاویہ ہمیشہ ہی ناکامی سے فائدہ اٹھاتے تھے انکی کوشش یہی رہتی کہ سفارت کبھی کامیاب ثابت ہی نہ ہو۔ اپنی طرف سے کبھی سفیر کو بھیجا تو اپنے ہی جیسے سخت متمرد اور سرکش مزاج افراد کو بھیجا اور ایسے مطالبوں کے ساتھ جن کی منظوری علیؑ کے امکان ہی میں نہ تھی اور جب علیؑ کی طرف سے سفیر آئے تو انھیں اپنی ضد اور ہٹ سے ناکام واپس جانے پر مجبور کیا۔ وقت کے لحاظ سے جیسا بھی انھیں موقع مل سکا۔ نہ ڈرانے دھمکانے سے باز رہے نہ بہلانے پھسلانے سے۔ اگر دیکھتے کہ علیؑ کے قاصد کو ڈرانے دھمکانے سے کچھ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تو دھمکی دیتے اگر دیکھتے کہ خوشامد اور چاپلوسی سے کام نکل جاتا ہے تو ریاکاری اور ضمیر فروشی کی حد کر دیتے انھوں نے ہر مرتبہ علیؑ کے قاصدوں کو بے حد حساب زر و مال اور جاہ و منصب کی طمع دلاکر توڑنے کی بھی کوشش کی۔ چنانچہ پانی والی جنگ کے بعد جب امیرالمومنینؑ نے بشیر و سعید کو معاویہ کے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ اطاعت قبول کرکے تم بھی مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ تو اتفاق ایسا ہوا کہ سعید بن قیس سے پہلے شبث بن ربعی نے گفتگو چھیڑ دی۔ معاویہ نے اصل موضوع سے کترا کر جس پر گفتگو کرنے کے لیے وفد آیا تھا کوشش کی کہ شبث اور سعید ہی کو آپس میں ٹکرادیں۔

سعید کی ہمدردی میں بگڑتے ہوئے بولے :-

"تمھاری حماقت کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ تم نے اس شریف و معزز اور اپنی قوم کے سردار کی بات کاٹ دی اور ان سے پہلے بول پڑے"

لیکن معاویہ کی اس بات پر نہ شبث ہی نے دھیان دیا نہ سعید بن قیس نے

محرم کے مہینہ میں امیرالمومنینؑ نے پھر دوبارہ وفد بھیجا اس وفد میں عدی بن حاتم، یزید بن قیس الارحبی، زیاد بن حفصہ، شبث بن ربعی شامل تھے۔ جب یہ لوگ معاویہ کے پاس پہونچے تو عدی بن حاتم نے بات چیت شروع کی انھوں نے کہا :-

"اے معاویہ ہم تمہارے پاس اتحاد و اتفاق کی دعوت لے کر آئے ہیں اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے گی۔ آپس کے جھگڑے مٹ جائیں گے اور مسلمانوں میں خون خرابہ نہ ہوگا، دیکھو علی تمہارے چچا زاد بھائی، مسلمانوں کے سردار امت میں سب سے افضل اور سابقون الاولون میں ہیں۔ تمام لوگوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح راستہ دکھایا ہے۔ لیکن تم نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور انھیں خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ اے معاویہ اپنی ہٹ سے باز آ جاؤ۔ کہیں تمہارے ساتھ بھی وہی نہ ہو جو اہل جمل کے ساتھ ہو چکا ہے۔"

معاویہ نے کہا۔

"اے عدی! افسوس تم مجھے دھمکانے آئے ہو یا صلح کی بات چیت کرنے خدا کی قسم میں حرب کا بیٹا ہوں جنگ سے مطلقاً نہیں ڈرتا۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تم عثمان کے قاتلین میں شامل ہو۔ تم سے بھی ان کا قصاص لیا جائے گا اور تم بھی ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کئے جاؤ گے جنھیں اللہ عزوجل قتل کرے گا۔"

گفتگو کا یہ رنگ دیکھ کر زیاد بن حفصہ نے کہا۔

"ہم تمہارے پاس صلح کی بات چیت کرنے آئے تھے مگر تم دھمکیاں دینے لگے۔ یہ بیکار باتیں چھوڑو جن سے کوئی فائدہ نہیں وہ بات کرو جس سے ہمارا تمہارا نفع ہو۔"

یزید بن قیس نے کہا۔

"ہم تمھیں وہ پیغام پہونچانے آئے ہیں جس کے لیے ہمیں بھیجا گیا ہے جو کچھ تم کہو گے اپنے خلیفہ کو پہونچا دیں گے۔ البتہ ہم تمھیں نصیحت کرنے سے باز نہیں رہ سکتے اور وہ یہ کہ تم علیؓ کی بیعت کر کے امت کی شیرازہ بندی میں مدد دو۔ علیؓ کی فضیلت تمھیں بخوبی معلوم ہے اور امید ہے کہ تم سے یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ اہل دین اور اہل فضیلت بھی علیؓ کی اطاعت سے انحراف نہیں کر سکتے۔ اس لیے اے معاویہ تم خدا سے ڈرو اور علیؓ کی مخالفت نہ کرو۔ خدا کی قسم ہم نے کوئی شخص علیؓ سے زیادہ متقی پرہیزگار اور صفات حسنہ سے متصف نہیں دیکھا۔"

معاویہ نے کہا۔

"تم نے مجھے علیؓ کی اطاعت اور جماعت میں شریک ہونے کی دعوت دی ہے جس جماعت کی طرف تم مجھے بلاتے ہو آخر وہ کونسی جماعت ہے۔ باقی رہا علیؓ کی اطاعت تو مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے انھوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا، جماعت میں تفرقہ پیدا کیا، عثمان کے قاتلین کو پناہ دی۔ علی کہتے ہیں کہ انھوں نے عثمان کو قتل نہیں کیا۔ ہم ان کی بات مان لینے کے لیے تیار ہیں لیکن تمھیں معلوم ہے کہ جن لوگوں نے ان کے قتل میں حصہ لیا وہ ان کی فوج میں شامل ہیں اور ان کے یار و مددگار ہیں۔ مصالحت کی صرف یہی صورت ہے

دین حق

عصر حاضر کے دو روشن دماغ و محقق عالم اور صاحب علم و فضل حضرات میں اسلام کے متعلق لطیف پاکیزہ بحث ۔ حضرت حجۃ الاسلام علامہ عبدالحسین شرف الدین الموسوی عامل عراق و عرب کے شیعہ علماء میں بڑی جلیل القدر شخصیت کے مالک ہیں۔ فقہ، کلام، ادب، تاریخ، حدیث و تفسیر سبھی علوم میں بلند منزلت رکھتے ہیں آپ ایک علمی دورہ پر مصر تشریف لے گئے وہاں ایک عالم اہلسنت شیخ سلیم البشری سے شیعہ سنی فرقوں کے اختلاف، ان کے باہمی افتراق و منافرت پر باتیں ہوئیں اور بعد میں عرصہ تک دوستانہ خط و کتابت کا سلسلہ رہا۔ ہر ایک نے دوسرے کے ساتھ انتہائی رواداری و لطف کے ساتھ بحثیں کیں اور مذہب کے متعلق تمام اہم مسائل پر گفتگو کی اور کرید کرید کر سوالات کئے آخر تک یہ علمی و دینی مباحثہ نہایت خوشدلی و بشاشت کے ساتھ جاری رہا۔ ان خطوط کے مجموعہ کو جناب علامہ نے مرتب فرمایا۔ ان خطوط کے ملاحظہ فرمانے کے بعد جہاں آپ جناب علامہ کے تبحر علمی، وسعت نظر، تحقیق و تدقیق پر عش عش کریں گے وہاں عالم اہلسنت کے علم و فضل و حق گوئی کی داد دینے پر بھی مجبور ہوں گے، عراق و عرب میں اس کتاب کو بڑی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی کئی اشاعتیں ہو چکی ہیں مگر یہ بے نظیر سرمایۂ ہدایت عربی زبان میں تھا اردو داں اس کے فیض سے محروم تھے دفتر اصلاح نے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اردو زبان میں شائع کیا ہے پہلا ایڈیشن آناً فاناً ہاتھوں ہاتھ نکل گیا دوسرے ایڈیشن کے تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں۔

حجم ۳۶۸ صفحات۔ قیمت چار روپئے [illegible]

ابوہریرہ

مشہور صحابی پیغمبر اسلام کی آخری زندگی میں اسلام لائے اور صرف تین برس پیغمبر کی صحبت میں رہے، مگر اس تین برس کی قلیل مدت میں پیغمبر سے انہوں نے اتنی حدیثیں سنیں کہ ان کی روایتوں سے حضرات اہلسنت کی صحاح ستہ اور تمام کتب احادیث چھلک رہی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب اہلسنت کی تشکیل میں ابوہریرہ کا بڑا ہاتھ رہا ہے اور زیادہ تر دینی عقائد، مذہبی احکام و مسائل آپ ہی کی حدیثوں کے رہین منت ہیں تو ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا شدید ضرورت تھی کہ آپ کی زندگی عادات و خصائل کے ساتھ ساتھ آپ کی حدیثوں کا جائزہ لیا جائے حضرت حجۃ الاسلام آقا عبدالحسین شرف الدین موسوی دام ظلہ نے "ابوہریرہ" تحریر فرما کر بلاشبہ سواد اعظم پر احسان عظیم فرمایا ہے، یہ قیمتی کتاب پہلی مرتبہ اردو زبان میں دفتر اصلاح نے شائع کی ہے۔

قیمت ساڑھے تین روپئے ([illegible])

خون ثقلین

جناب حاجی اظہار حسین صاحب مرحوم کی آخری تصنیف۔ مولوی محمد علی ایم اے خلیفۂ قادیان نے قرآن مجید کا انگریزی میں انکا بیہودہ ترجمہ اور من مانی تفسیر کرکے قرآن مجید کی جس طرح دھجیاں اڑائی ہیں اور اہلبیت رسول کے گلے پر چھری چلائی ہے اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ ان سب کا تحقیقی اور مکمل جواب بھی۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے ([illegible])

دفتر اصلاح کھجوا (صوبۂ بہار)

P.O, KUJHWA (BEHAR)

زیر سرپرستی جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہ

اصلاح

مدیر

سید محمد باقر نقوی

مولوی فاضل، صدر الافاضل

مطبع اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

پانچ روپے

اصلاح

نمبر ۵ | ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء ماہ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ | جلد ۵۵

حدیث قرطاس

از تبرکات حجۃ الاسلام مولانا سید محمد امروان صاحب زنگی پوری طاب ثراہ

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا ارے ظالم نہ بن لڑکا
وفاداروں کے خوں کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا

سواد اعظم کے خلیفۂ محترم پر جو آج تیرہ سو برس سے یہ الزام قائم ہے اور ان کے دامن نیکنامی پر یہ دھبہ لگا ہوا ہے کہ انھوں نے وقت وفات رسول خدا قلم و دوات قرطاس طلب کرنے پر فرمایا ان الرجل لیھجر یہ شخص ہذیان بول رہا ہے۔ یا اس شخص کو ہذیان عارض ہے یا یہ کلام قبیح کہہ رہا ہے۔ جیسا کہ قاموس میں لغت ہجر میں لکھا ہے (وبالضم القبیح من الکلام) نیز صاحب قاموس ہجر فی المرض وفی النوم کے معنی ہذیان ہی لکھتے ہیں (وہجر فی نومہ ومرضہ ہجرا بالضم وہجیری واہجیری ہذی) ایسا دھبہ ہے جو کسی طرح مٹائے سے نہیں مٹ سکتا۔ چاہے کوئی ہزار کوشش کرے۔

یہ کہنا کہ فلاں نے اسے نہیں لکھا اب کافی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ "طشت از بام در افتاد" یہ آوازیں دنیا کے کانوں میں بھر چکی ہیں اب کسی ایک کو یقین نہیں ہو سکتا کہ حضرت فاروق کی زبان نے یہ جملہ جاری نہیں کیا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ انکے دوستوں نے اس کو چھپانے کی کوشش کی ہے، کہیں ان کے نام کی جگہ قالوا کہہ دیا ہے یعنی لوگوں نے کہا کہیں یہجر کی جگہ ہجر اور کہیں اہجر ہمزہ استفہام لکھ دیا ہے کہیں تنازعوا لکھ دیا ہے کہیں بعضھم لکھدیا ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے یہ دھبہ فاش ہو کر ہی رہا اور بتانے والوں نے بتا ہی دیا کہ یہ جملہ کس نے کہا تھا۔ ملاحظہ ہو نہایہ ابن اثیر لغت ہجر

ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ماشانہ اہجر ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل مابہ من المرض وما احسن مایقال فیہ ولا یجعل اخبارا فیکون من الفحش والہذیان والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذالک

یعنی اسی سے حدیث مرض النبی ہے کہ لوگوں نے کہا کیا حال ہوا اس (رسول اللہ) کا کیا ہذیان بول رہا ہے یعنی اسکا کلام مختلف ہو گیا ہو بسبب مرض کے یہ کلام بر سبیل استفہام ہو یعنی کیا بسبب مرض کے آپ کا کلام متغیر و مختلط ہو گیا ہو اور یہ تاویل بہترین تاویلات ہے۔ اسے خبریہ نہ بنایا جائے ورنہ فحش و ہذیان ہوگا۔ حالانکہ کہنے والے اسکے عمر تھے اور انسے یہ گمان نہیں کہ انھوں نے فحش و ہذیان کہا ہو

کیوں جناب؟ اس سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے ہجر یا اہجر فرمایا۔ رہا اس کا جملہ خبریہ یا استفہامیہ ہونا اسکا فیصلہ دوسرے موقع پر ہوگا۔ ہم کو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ جملہ حضرت عمر کی زبان مبارک سے نکلا۔

نیز عکبری نے دیوان متنبی کے اس شعر کی شرح لکھتے ہوئے کہ

أ انطق فیک هجرا بعد علمی   بانک خیر من تحت السماء

لکھا ہے۔ الہجر القبیح من الکلام والفحش وہجر اذا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمیٰ و منہ قول عمر ابن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیہجر علی عادۃ العرب۔ یعنی ہجر برے کلام اور فحش کو کہتے ہیں اور جب کوئی ہذیان بولتا ہے تو کہتے ہیں ھجر۔ اور وہ اس کلام کو کہتے ہیں جسے تپ والا آدمی بخار کی حالت میں کہتا ہے۔ اسی قبیل سے عمر ابن الخطاب کا قول ہے جو رسول اللہ کے مرض کے وقت انھوں نے کہا تھا ان الرجل لیہجر بنا بر عادت عرب کے

یہ دوسری تصدیق ہے ملاحظہ ہو جس میں تصریح ہے کہ مرض رسول اللہ کے وقت ان الرجل لیہجر فرمانے والے صرف حضرت عمر بن الخطاب تھے نہ کوئی اور۔

(۳) تیسری شہادت نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض کی ہے

وفی بعض طرقہ ای طرق ھذا الحدیث المرویۃ عنہ فقال عمر ان النبی یہجر بفتح اولہ وضم ثالثہ ای یاتی بہجر من القول۔ یعنی بعض طرق میں اس حدیث کے یہ بھی ہے کہ عمر نے فرمایا العزو فیہ ہذیان بول رہے ہیں (لفظ یہجر بفتح اول و ضم ثالث) ہے۔ یعنی جو بری بات کہے —— اگرچہ قاضی عیاض نے لفظ عمر کو نہیں لکھا مگر شارح نے اسے نقل کر دیا ہے۔

(۴) شاہ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ ھجر بمعنی اختلط فلا یجوز ان یکون بمعنی ھذی و فحش لان القائل بعدم الکتابۃ عمر ولا یظن بہ ذلک یعنی لفظ ھجر بمعنی اختلط ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ فحش و ہذیان کے معنی میں ہو اس لئے کہ قائل بعدم الکتابۃ حضرت عمر تھے اور ان سے یہ گمان نہیں (کہ معنی ہذیان و فحش اس لفظ کو کہا ہو)

خیر یہ تو رائے شاہ صاحب کی ہے کہ حضرت عمر نے لفظ ھجر بمعنی اختلاط کلام کہا ہے نہ بمعنی فحش و ہجر ہمیں تو صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ جملہ زبان مبارک حضرت عمر سے جاری ہوا اب ان کے معتقدین جو معنی چاہیں بتائیں۔

(۵) کتاب سر العالمین امام غزالی ص۹

ولما مات رسول اللہ قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق بہا بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیہجر وقیل یھذ و۔ یعنی جب وفات رسول اللہ ہوئی تو قبل وفات فرمایا میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ کہ میں تم سے کام کی مشکل کو زائل کر دوں اور تم کو بتا دوں کہ اس خلافت کا مستحق کون ہے؟ عمر نے کہا چھوڑو اس مرد کو ہذیان بولتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عمر نے کہا یھذ و ہذیان کلام کرتا ہو۔

(۶) شہادت مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق محدث دہلوی —— قصہ قرطاس کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحضرت عمر رضی اللہ عنہ دریں جانب بود گفت کہ درد والم بر حضرت مستولی است و قرآن مجید درمیان ما است و ما را بسند است و در بعضے روایات ایں زیادہ نیز آمدہ کہ مرد در شدت مرض چیزہا می گوید کہ از دائرہ اختیار بیرون است۔" حضرت عمر اسی جگہ موجود تھے بولے کہ درد و الم حضرت پر غالب ہو۔ ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور وہ ہمیں بس ہے۔ بعض روایات میں ہو کہ حضرت عمر نے یہ بھی کہا کہ مرد شدت مرض میں بہت سی ایسی باتیں کہتا ہے جو دائرۂ اختیار سے باہر ہوتی ہیں۔

(۱) آخر بتایئے تو جناب ؟ ایسی باتیں جو دائرہ اختیار سے باہر ہوں اور وہ مریض کے منہ سے نکلیں اسے کیا کہتے ہیں ؟ ہذیان ہی کہتے ہیں یا کچھ اور ؟ اور جب ایسا ہی ہے تو ثابت ہوا یا نہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ کو ہذیانی بتایا۔

(۷) شہادت تاریخ حبیب السیر جزو سوم جلد اول ص۱۳۲

از وقائع زمان مرض سید عالم آنکہ جبیر روایت کردہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ گفت چہ روزے بود آں روز پنجشنبہ یعنی عجیب روزے بود و امر غریبے دراں روز واقع شد و آنگاہ ابن عباس گریہ بسیار کرد و گفت در روز مذکور کہ مرض رسول اشتداد یافتہ بود یاران را فرمود کہ اسباب کتابت را بیاورید کہ برائے شما چیزے بنویسم کہ ہرگز گمراہ نشوید۔ اصحاب اختلاف کردہ بعضے گفتند بموجب فرمودہ پیغمبر عمل می باید نمود و برخے جانب نقیض گرفتہ بزبان آوردند کہ مناسب نیست کہ دریں محل آں حضرت را بکتابت مشغول داریم و بین الجانبین نائرہ نزاع اشتعال یافتہ آوازہا بلند گشت چنانچہ رسول ازاں کیفیت بہ تنگ آمدہ از سرآں ہم درگذشت و در روایتے آمدہ عمر ابن الخطاب با دیگرے از اصحاب گفت کہ آیا ایں سخن از جملہ سخنان پریشان است کہ در اشتداد مرض میگویند لاجرم ایں دو بیت کہ درکشف الغمہ مسطور شدہ مشعر بایں معنی است

اوصی النبی فقال قائلھم	قد ظل یھجر سید البشر
وادی ابوبکر اصاب ولم	یھجر وقد اوصی الی عمر

یعنی جب پیغمبر نے وصیت کرنا چاہی تو ان کے کہنے والے عمر نے کہا کہ سید البشر (رسولخدا) ہذیان بولتے ہیں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابوبکر وصیت کر رہے ہیں (حالت مرض میں) عمر کے واسطے اور ان کو ہذیان عارض نہیں ہوتا اور ان کی رائے درست ہو۔ یعنی یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابوبکر کو تو وصیت کے وقت ہذیان نہ ہو مگر خدا کے برگزیدہ رسول کو ایسے وقت میں ہذیان ہو۔

اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ ایک روایت میں تمام اصحاب کا وصیت نامہ لکھنے سے روکنا مذکور ہے اور دوسری روایت میں خاص حضرت عمر کا یہ کہنا مذکور ہے کہ آیا ایں سخن از جملہ سخنان پریشان است کہ در اشتداد مرض میگویند یا نہ " جو ترجمہ یھجر کا ہے کیونکہ جسے عربی میں یھجر کہتے ہیں اسی کو سخنان پریشان فارسی میں کہتے ہیں پس اس روایت کے بموجب بھی نسبت دینا حضرت عمر کا ہذیان کی رسول خدا کی طرف ثابت ہوا اور یہی مطلوب ہے۔

(۸) شہادۃ کتاب معارج النبوۃ رکن چہارم مطبوعہ نولکشور پریس ص۲۴۲

و واقعہ دیگر از وقائع آں مرض بود کہ در حین اشتداد مرض کہ اصحاب در حجرہ ہمایوں مجتمع بودند آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ دوات و صحیفہ بیاید تا از برائے شما وصیتے بنویسم کہ ہرگز گمراہ نشوید اصحاب اختلاف کردند کہ بعضے گفتند کہ آنچہ فرمودہ بداں عمل باید کرد و جماعتے گفتند کہ شاید ایں سخناں مثل آں سخناں باشد کہ در شدت مرض میگویند۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گفت کہ درد و الم بر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستولی گشتہ قرآن در میان ما ہست آں ما را بس است۔ جمعے با فاروق دریں اتفاق کردند و زمرہ در مخالفت او اصرار نمودند پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارت فرمود کہ یاران از صحبت برخیزند کہ منازعت دریں محل مناسب نیست با وجود آں سہ وصیت بجائے آورد یکے آنکہ فرمود کہ مشرکان را از جزیرہ عرب اخراج کنید دوم آنکہ فرمود کہ چونکہ قبائل عرب بشما آیند ایشاں را جوائز و صلات بدہید چنانچہ من آنجماعت میدادم

وصیت سوم مرا دی را فراموش شدہ بود یا در اظہار آن مصلحت ندید ۔

(۹) نویں شہادت تاریخ روضۃ الاحباب کی ہے صفحہ ۵ جلد اول

دیگر آنکہ در صحاح احادیث مروی گشتہ از سعید بن جبیر کہ ابن عباس رض میگفت روز پنجشنبہ وچہ روزی بود روز پنجشنبہ یعنی عجب روزے بود و آن روز امر غریب دراں روز واقع شد آنگاہ ابن عباس چنداں بگریست کہ اشک بر مثال مروارید در رشتہ کشیدہ بر روئے او فرود آمد پس گفت روز پنجشنبہ بود کہ مرض پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشتداد یافت با یاران فرمود بیارید نزد من تا برائے شما نوشتہ بنویسم و در روایتے آنکہ فرمود دواتے و صحیفہ و بروایتے دواتے و شانہ بیارید تا برائے شما چیزے بنویسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ نگردید پس میان اصحاب اختلاف واقع شد بعضے گفتند کہ دوات و صحیفہ می باید آورد تا حضرت آنچہ خواہد بنویسد و بعض دیگر گفتند مناسب نیست کہ آنحضرت را دریں محل مشغول بکتابت داریم و با یکدیگر منازعت کردند و دراں خانہ در نظر حضرت آواز بلند داشتند چنانچہ آں سرور جنگ آمد و ترک آں امر کرد۔ و در روایتے آنکہ بعض اصحاب گفتند شان او چیست و در چہ حال است آیا ایں سخن از روئے ہذیان مثل آں سخناں است کہ مردم در حین اشتداد تپ میگویند یا بجد میگوید و باز از حضرت استفساری نمودند تا مقصود وے ایشاں را نیکو معلوم شود فرمود بگذارید مرا کہ آنچہ من در آنم بہتر است از آنچہ شما میخواہید مرا بآں۔ عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ و قرآن در میان است حسبنا کتاب اللہ پس خصومت و منازعت نمودند و چوں نمودند اختلاف از حد گزرانیدند فرمود برخیزید از پیش من کہ سزاوار نیست منازعت نزد ہیچ پیغمبرے آنکہ فرمود نزد من۔ و سہ وصیت کرد ایشاں را یکے آنکہ مشرکان را از جزیرہ عرب بیروں کنید دوم آنکہ جماعت وفود عرب کہ نزد شما آیند ایشاں را جائزہ دہید چنانچہ من میدادم سلیمان احول کہ راوی این حدیث است از سعید بن جبیر گوید نمی دانم کہ وصیت سوم را سعید بن جبیر مصلحت گفتن ندید و از آں خاموش شد یا او گفت و مرا فراموش شد۔

ان تمام حوالجات کو پڑھ لینے کے بعد آپ کو یقین آجائیگا کہ ان الرجل لیھجر کا فقرہ خاص حضرت عمر بن الخطاب کی زبان سے نکلا ہے اور جس کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ یہ شخص فحش و ہذیان بولتا ہو۔

اس کلام سے آپ اس نتیجہ پر بھی آسانی سے پہونچ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ان النبی قد غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ (دیکھو تیسیر الباری شرح صحیح البخاری مطبوعہ احمدی پریس لاہور) اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ حضرت کا یہ ارشاد غلبہ درد کی وجہ سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غلبہ درد میں جو کلام ہوتا ہے وہ بلا اختیار سرزد ہوتا ہے پس وہ بھی فی المعنی ہذیان ٹھہرا۔

اور جس حدیث میں یہ لکھا ہے کہ قال بعضھم ان رسول اللہ قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری یا شرح تیسیر الباری صفحہ ۲۷ کتاب المغازی باب مرض النبی) یعنی بعض نے کہا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمیں تو کتاب خدا کافی ہے۔ اس کے قائل بھی حضرت عمر ہی ہیں۔ اگرچہ امام بخاری نے اس مقام پر نام کو پوشیدہ کیا ہے اور بعضھم کہہ کے ٹال دیا ہے کیونکہ اتنا یقینی ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کا جملہ کہنے والے صرف حضرت عمر ہی تھے۔ پس بعضھم سے مراد وہی ہوں گے کیونکہ صحیح بخاری پارہ ۳۰ کتاب الاعتصام باب کراہیۃ الخلاف

ص ۲ ۹ تیسیر الباری شرح صحیح البخاری) میں تصریح موجود ہے کہ قال عمر ان النبی غلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله ۔ یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ نبی پر درد کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس کتاب خدا ہے بس ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے

اور جب آدمی یہاں تک پہونچتا ہے کہ حسبنا کتاب الله صرف حضرت عمر نے فرمایا اور قد غلبه الوجع بھی حضرت عمر نے بیان فرمایا اور یہ اس موقع پر فرمایا کہ جبکہ آنحضرت نے دوات و قرطاس طلب کیا تھا تو آسانی اس نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ جن روایات میں امام بخاری نے لکھا ہے فقالوا هجر رسول الله (ملاحظہ ہو تیسیر الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۲ کتاب الجہاد یعنی لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ نے ہذیان کیا ۔ اس کے قائل بھی حضرت عمر ہی ہیں ۔ اگرچہ لفظ جمع لکھ کر امام بخاری نے پردہ پوشی کرنی چاہی ہے ۔ کیونکہ واقعہ وہی ایک ہے جس میں کہیں یہ لکھدیا ہے کہ قال عمر ان النبی قد غلبه الوجع (کتاب العلم صحیح بخاری) اور کہیں یہ لکھدیا ہے فقالوا هجر رسول الله (کتاب الجہاد صحیح بخاری) اور کہیں یہ لکھدیا ہے فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماله اهجر استفهموه لوگوں نے جھگڑا کیا حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا سزاوار نہیں پس لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہذیان بولتے ہیں دریافت تو کرو ۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیهود من جزیرة العرب و تیسیر الباری شرح بخاری) یہاں بھی پردہ پوشی سے کام کیا ہے اور جملہ کو استفہامیہ بنا دیا ہے اور قال عمر کے بجائے قالوا لکھدیا ہے مگر تمام واقعہ دلیل ہے کہ یہ وہی ایک بات ہے جسکو مختلف لفظوں میں الٹ پلٹ کر امام بخاری نے لکھا ہے ——— اسی واقعہ کو امام مسلم نے بھی لکھا ہے مگر ایک جگہ لکھا ہے قالوا ما شانه اهجر استفهموه لوگوں نے کہا کیا حال ہے آپ کا کیا ہذیان بولے ۔ ذرا دریافت تو کرو (صحیح مسلم شرح نووی مطبوعہ لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۴۲ کتاب الوصیة) دوسری جگہ لکھا ہے فقالوا ان رسول الله یهجر لوگوں نے کہا رسول اللہ ہذیان بول رہے ہیں ۔ (صحیح مسلم شرح نووی صفحہ ۴۲ جلد ۲) تیسری جگہ لکھدیا ہے فقال عمر ان رسول قد غلبه الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب الله (صحیح مسلم شرح نووی صفحہ ۴۳ جلد ۲) یعنی حضرت عمر نے کہا رسول پر درد کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس قرآن ہے اور ہمیں تو کتاب خدا کافی ہے ۔"

مگر ان تمام اختلاف بیانیوں سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ صرف پردہ پوشی کے لئے یہ تدبیریں کی گئی تھیں اصل واقعہ وہی ہے جو اوروں نے لکھدیا ہے کہ قائل ان الرجل لیهجر حضرت عمر ہیں نہ کوئی اور ۔

پس یہ کہنا کہ صحیح بخاری میں ان الرجل لیهجر نہیں ہے ایک حد تک درست ہے لیکن اس بات سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر نے یہ جملہ کہا ضرور چاہے بخاری نے لکھا ہو یا نہ لکھا ہو اور جب یہ ہے تو یہ داغ حضرت عمر کے نام پر قیامت تک نہ مٹیگا چاہے کوئی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے کیونکہ

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا ارے ظالم نہ بن لڑکا ۔ وفاداروں کے خوں کا داغ کیا دھبہ ہے کیچڑ کا

(۳) برسبیل تنزل ہم یہی مانے لیتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا قد غلبه الوجع حسبنا کتاب الله رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے تو یہ الزام بھی ان پر سے کوئی رفع نہیں کر سکتا اس لئے کہ انھوں نے رسول اللہ کی حکم عدولی کی ضد ۔ اور آپکو وصیت نامہ لکھوانے سے روک دیا اور یہ بات رسول اللہ کو ناپسند ہوئی جس پر آپ نے فرمایا قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ ۔ نیز اسا رت ادب کیا کہ حضرت کے کلام کو غلبہ درد کی طرف منسوب کیا نیز ایک کار خیر کو روکا کیونکہ اگر وصیت نامہ لکھا گیا ہوتا تو بربنائے ارشاد رسول لوگ ضلالت میں نہ پڑتے ۔ نیز انہی کا یہ قول موجب خلاف و ضلالت امت ہوا ۔ نیز یہ ایسا واقعہ ٹھہرا جس کو یاد کر کے ابن عباس رویا کرتے تھے ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول الله وبین ان یکتب ذلك الكتاب بیشک مصیبت اور پوری مصیبت

وہ تھا جو رسول اللہ کے اور انکے اس تحریر کے لکھوانے کے درمیان حائل ہوئے (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ صفحہ ۴۳ مع شرح)

(۳) برسبیل تنزل اگر بلا وجہ یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت عمر نے خاص یہ جملہ نہیں کہا بلکہ دیگر اصحاب بھی اسکے شریک تھے تو یہ مصیبت مسلمانوں کے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتی کہ اس سے اصحاب رسول کی بے عزتی اور ناقدردانی رسول کا پتہ چلتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے برخلاف قرآن رسول اللہ کو ہذیانی بتایا یا کم از کم ان کے کلام میں ہذیان کا احتمال پیدا کیا۔ اور نیز برخلاف قرآن آنحضرت کے سامنے جھگڑا کیا حالانکہ خدا فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تم لوگ اپنی آواز بھی رسول اللہ کی آواز پر بلند نہ کرو چہ جائیکہ جھگڑا کرنا۔ نیز یہ بھی ماننا پڑیگا کہ یہ اصحاب جن پر حضرات اہلسنت جان دیتے ہیں وہ آخر وقت رسول اللہ کے دربار سے مطرود و مردود ہوئے اور حضوری سے نکلوا دیئے گئے جنکی معافی بھی نہیں چاہی اور نہ آنحضرت نے معاف کیا۔ جس سے لازم آتا ہے کہ انکی موت اسی حالت پر ہوئی جبکہ مطرود و مردود بارگاہ رسول تھے پس کہاں تک ان کی ایمانداری پر یقین لایا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان اصحاب کی نزاع نے رسول اللہ کو ایذا دی اور یہ لوگ اسی وجہ سے اس حدیث کے مصداق ٹھہرے جسمیں آنحضرت نے فرمایا ہے من اذانی فقد اذی اللہ جسنے مجھے ستایا اسنے خدا کو ستایا نیز اس آیت کے مصداق ٹھہرے ہیں جسمیں خدا نے فرمایا والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (سورہ توبہ) جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں انکے لئے عذاب الیم ہے نیز اس آیت کے مصداق ٹھہرتے ہیں جسمیں خدا فرماتا ہے ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (سورہ احزاب)۔ نیز ان اصحاب پر یہ بھی الزام قائم ہوتا ہے کہ یہ لوگ وقت آخر رسول اللہ اسلام کیلئے مصیبت تھے۔ حالانکہ انکا وجود امت کے لئے اور اسلام کیلئے رحمت ہونا چاہیئے تھا۔ نیز ان اصحاب پر یہ بھی الزام قائم ہوتا ہے کہ باعث ضلالت امت رسول اور موجب اختلاف بین المسلمین یہی لوگ ہوئے ورنہ اگر وصیت نامہ لکھنے کا موقعہ آنحضرت کو دیتے تو ہرگز یہ اختلاف و ضلال واقع نہ ہوتا۔ بہرحال صورت اولی میں حضرت عمر قائل کلمہ ان الرجل لیھجر ہیں اور اس سے سخت بے ادبی اور ایذا رسانی رسول ثابت ہوتی ہے۔ صورت دوم میں قد غلبہ الوجع لکھکر کم از کم وصیت نامہ لکھنے سے آنحضرت کو روکا اور آنحضرت کی رائے پر اپنی رائے کو غالب کیا اور موجب ضلال امت ہوئے۔ صورت ثالثہ میں تمام اصحاب پر لزاً قائم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مورد ہوئے ان امور کے جو سابقاً مذکور ہوئے۔ اندریں حالات حضرت عمر اور دیگر اصحاب کو کسی طرح الزام سے نہیں چھڑایا جا سکتا۔ داغ روز قیامت تک انکی پیشانیوں پر کلنگ کا ٹیکہ بنکر رہیگا۔

رباعیات

جناب احسن رضوی داناپوری

بجلی آسودۂ نشیمن نہ ہوئی پھر جیسے نمود صبح گلشن نہ ہوئی
عباسؑ تمھارے بعد اب تک بخدا دنیا میں وفا کی شمع روشن نہ ہوئی

تنویر سحر شمع رضا سے پائی جلوے کی جھلک چشم بقا نے پائی
عباسؑ کو حیدرؑ نے اٹھایا اونچا تسلیم کی معراج وفا نے پائی

عباسؑ سے دل کا سلسلہ ملتا ہے جب ہاتھ اٹھاؤ مدعا ملتا ہے
کیا کہئے ہر التماس مانگے سے مراد اس در سے تو بندے کو خدا ملتا ہے

قصیدہ در مدح حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام (رشحات خامہ جناب حسن رضوی داناپوری)

کیا رنگ بھروں آخر تصویرِ محبت میں　　خامی نظر آتی ہے تکمیل کی صورت میں

کیا جانئے کس شے کی رہتی ہے کمی ہر دم　　ہوتی نہیں کوتاہی کچھ بھی تو ریاضت میں

کرتا ہوں جتن لاکھوں اک نقش نہیں بنتا　　خود رنگ بگڑتے ہیں جذبات کی شدت میں

تکمیل کی صورت ہی محسوس نہیں ہوتی　　گم جیسے کوئی شے ہے احساس کی وسعت میں

بگڑے ہوئے خاکے کا بننا ہے بہت مشکل　　اس شوق کی جو کم سے جان آگئی دقت میں

رد کرتا ہوں کل گزشتے خط سارے بدلتا ہوں　　نقشہ ہی نہیں جمتا اب چشمِ بصیرت میں

قسّامِ ازل اب تو عبرت ہے یہ ناکامی　　کیا چیز چھپا دی ہے کوتاہی قسمت میں

کچھ نام نہیں جس کا اس چیز کا جویا ہوں　　داخل ہے تجسّس تو انسان کی فطرت میں

معلوم نہیں مجھکو کیا ڈھونڈھتا پھرتا ہوں　　بازارِ تمنا میں جنسِ غمِ الفت میں

گوہر ہو تو اشکوں کے رشتے میں پرو ڈالوں　　جوہر ہو تو بھر ڈالوں آئینۂ حیرت میں

ذرّہ ہو تو دمکا دوں انوارِ تخیل سے　　تارا ہو تو چمکا دوں غم خانۂ فرقت میں

شعلہ ہو تو فطرت کی قندیل جلا ڈالوں　　فتنہ ہو تو لے آؤں دامانِ قیامت میں

زر ہو تو اُسے رکھ دوں میں جیب میں مفلس کی　　دولت ہو تو لا پھینکوں صندوقِ امارت میں

جذبات کی شدّت سے ماتھے پہ پسینہ ہے　　اے ذوق پتہ بتلا ہوں غرقِ ندامت میں

اے دستِ کرم تجھ سے امداد کا طالب ہوں　　بڑھتے تجھے دیکھا ہے بیکس کی اعانت میں

مقصود کی منزل پر تو ہی مجھے ٹھہرا دے　　آگے نہ نکل جاؤں بڑھتی ہوئی وحشت میں

آواز تھی یہ دل کی جھنکار سلاسل کی　　توفیق نے نصرت کی خود راہِ ریاضت میں

لے کر جو چلی مجھ کو آ نکلے حدِ دُنیا سے　　اک الٹ رہی دنیا تھی اب چشمِ حقیقت میں

صحرائے تمنا تھا مقصود کی منزل تھی　　حد ڈھونڈتے ہی جیسے میں آگیا جنت میں

دریا کا کنارا تھا اک رنگ نمایاں تھا　　انسان کی قسمت سے مینارِ شرافت میں

ڈرتے ہوئے نام اس کا توفیق سے جب پوچھا　　سمجھا دیئے کچھ معنیٰ تسکین کی صورت میں

نایاب ہے دنیا میں کہتے ہیں وفا اس کو　　رہتی ہے ہمیشہ اب پیاسوں کی رفاقت میں

ملتی ہی نہ تھی جو شے حاصل وہ ہوئی آخر　　دریا کے کنارے پر میدانِ شہادت میں

یہ رنگ وفا کے کر سعی دل نے جو کوشش کی　　جان آگئی خود جیسے تصویرِ محبت میں

تصویر بنی جس دم دیکھا کہ ہیں لب سوکھے　　بھولا تھا میں پیاس اپنی خود فکر کی لذت میں

ساقی کوئی پیمانہ رات اپنی ہے چاند اپنا　　انوار کی بارش سے ڈوبا ہوں مودّت میں

دامانِ فضائل سے مَس کرکے یوں ساقی ‌ ساغر کی نمی دیکھوں تطہیر کی آیت میں

میں رنگِ وفا بھر کر مدحت میں پڑھوں مطلع ‌ پایا ہے جو خدمت سے رکھدوں وہی خدمت میں

ایک پنجۂ علم پر ہے اک حق کی حمایت میں ‌ ہیں دونوں جہاں آقا تیرے یدِ قدرت میں

اسلام مبارک ہو عباسِ علی تجھ کو ‌ دولہ تجھ اضافہ ہے بڑھتی ہوئی قوت میں

شبیرؑ کے پہلو میں عباسؑ کو دیکھو تو ‌ ہے نادِ علیؑ جیسے بازوئے شجاعت میں

اسلام کی قسمت کا تارا نظر آتا ہے ‌ لہراتا ہے جب پرچم عباس کے رایت میں

عباسؑ کو بھی مولاؑ کہدے نہ خدا کوئی ‌ تیرا ہی مرقع ہے تو کے یدِ قدرت میں

کعبہ میں جو نقشہ ہے دل میں ہے وہی صورت ‌ آساں ہوا در بننا ہر قصرِ حقیقت میں

عباسؑ عجب گوہر ہے دُرجِ شرافت کا ‌ زہراؑ اسے رکھتی ہیں دامانِ طہارت میں

ڈھونڈھا تو بہت سب نے تجھ سا نہ ملا کوئی ‌ جز حیدرؑ صفدر کے دنیائے اخوت میں

معراج میں حیدرؑ تھے نزدیک محمدؐ کے ‌ شبیرؑ کا تو ہمدم میدانِ شہادت میں

تلوار کے سائے میں وہ بیچ کے جاں اپنی ‌ بستر پہ محمدؐ کے سوئے شبِ ہجرت میں

اور ظلم کے پلّے کو دیکھا جو گراں تو نے ‌ خود رکھ دیئے ہاتھ اپنے میزانِ عدالت میں

عباس کے ہاتھوں کو دیکھیں تو کلیم اللہ ‌ جلتے نہیں، کٹتے ہیں دعوائے محبت میں

حیدرؑ کی زیارت ہے عباسؑ کے ہیں جلوے ‌ احسنؔ وہی سورج ہے اس چاند کی صورت میں

سلام

نتیجہ فکر جناب سید باسط حسن صاحب ماہرؔ خلف جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ

آ گیا حق کی طرف معراجِ ایمانی کے ساتھ ‌ حُر نے چومے پاؤں شہ کے مرتبہ دانی کے ساتھ

حشر تک ڈھونڈھے گا دریا خیمۂ سبطِ رسولؐ ‌ ہمسفر ہے آرزو عباس کی، پانی کے ساتھ

زیرِ خنجر بھی نمازِ عشق نے چھوڑا نہ ساتھ ‌ ربط ہے سجدے کو کتنا تیری پیشانی کے ساتھ

قطرۂ آبِ رواں عنقا تھا لیکن دشت میں ‌ خونِ اولادِ نبی بہتا تھا ارزانی کے ساتھ

ناخدائے کشتیٔ دیں عصر تک کھیلا کیا ‌ ظلم کے چڑھتے ہوئے پانی کی طغیانی کے ساتھ

گوشِ دل سنتا رہے گا داستانِ کربلا ‌ ہے صدائے العطش بہتے ہوئے پانی کے ساتھ

ہے فضائے دہر سنّاٹے میں اب تک لئے اصغر ‌ کیا کیا دانائیوں نے تیری نادانی کے ساتھ

اللہ اللہ رے نبی کے لال تیرا حوصلہ ‌ دی اماں ہر غم کو تو نے کس فراوانی کے ساتھ

کھا کے پیکاں دشت میں کہتی ہے اصغرؑ کی ہنسی ‌ بارِ امت یوں اٹھا لیتے ہیں آسانی کے ساتھ

زیرِ خنجر سجدۂ آخر قیامت ہو گیا ‌ آسماں جھک جھک گئے سرور کی پیشانی کے ساتھ

اے حسینؑ آسان کر دو راہ ماہرؔ کے لئے ‌ دل کو ہے شوقِ زیارت تنگ دامانی کے ساتھ

سو ساتھیوں کی تعداد کہاں اور کہاں معاویہ کی اجتماعی طاقت، تھوڑی ہی دیر میں ابن بدیل اور اُن کے تمام ساتھی زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر آرہے۔ فتحیابی ہزیمت میں تبدیل ہو گئی۔ امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کو قلب معاویہ میں گھستے دیکھ کر ہی خطرہ کا اندازہ کر لیا تھا اور آپ نے اُسی وقت سہل بن حنیف کو اُن کی مدد پر بھیجا مگر سہل ابن حنیف کو پہونچتے پہونچتے کافی دیر ہو گئی اتنی دیر میں دشمن نے اپنی پوری طاقت مجتمع کر کے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں معاویہ کا حفاظتی دستہ بھی شریک تھا سواروں کا رسالہ بھی اور پھر میسرہ کی فوجیں بھی، سہل بن حنیف اگر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آتے تب بھی پانسہ پلٹنے کے پہلے اُن کا پہونچنا ناممکن تھا، امیر المومنینؑ کے میمنہ کے قدم پیچھے ہٹ گئے سہل کی کوشش بھی کوئی فائدہ نہ پہونچا سکی امیر المومنینؑ کے قلب لشکر نے جب اپنے میمنہ کی پسپائی دیکھی تو وہ آگے بڑھ کر معاویہ کے میسرہ کی فوجوں کا مقابل ہوا مگر یلغار اتنی زبردست تھی کہ قلب لشکر بھی اس کو روکنے پر قادر نہ ہوا۔ امیر المومنینؑ نے دیکھا کہ آپ کا میمنہ بُری طرح بکھر چکا ہے کمک جو بھیجی گئی تھی اُسے بھی دشمن نے تتر بتر کر دیا اور بہت کثرت سے آپ کے سپاہی مارے گئے جدہر نظر اُٹھتی تھی تباہی ہی تباہی نظر آتی تھی میمنہ میسرہ قلب ہر طرف افراتفری تھی پھر بھی آپ گھبرائے نہ ہراساں ہوئے، ابھی آپ کے سینہ میں آپ کا دل موجود تھا میمنہ میسرہ نہ سہی دونوں بازو سلامت تھے۔ آپ خود ایک لشکر تھے آپ کی وحدت خود بہت بڑی کثرت تھی، موت کیا چیز ہے اور دشمن کا ساز و سامان کیا؟ آپ کے ہاتھوں میں وہ ذوالفقار موجود تھی جس نے خندق و خیبر جیسے مرحلے تنہا سر کئے تھے، امیر المومنینؑ بار بار چاہتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں گھس پڑیں، آپ کے جاں نثار اصحاب بیٹے بھتیجے حائل ہو جاتے تھے ہر شخص کو شاں تھا کہ ہماری جانیں قربان ہو جائیں اور امیر المومنینؑ ہلاکہ میں نہ پڑیں، ان لوگوں نے آپ کو حلقہ میں لے رکھا تھا آپ کے اردگرد اپنے سینوں، گردنوں اور جسموں کا ایک حصار بنائے ہوئے تھے، آپ انھیں جھڑک کر آگے بڑھے، اس وقت آپ کے جسم پر زرہ تھی نہ ہاتھ میں سپر، ہاتھ میں کوئی اسلحہ بھی نہ تھا سوا ایک چھوٹے نیزے کے۔

سعید بن قیس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"امیر المومنینؑ کیا آپ کو اس کا بھی خوف نہیں کہ آپ کے دشمن اتنے قریب ہیں کہیں کمیں گاہ سے چھپ کر آپ پر حملہ نہ کر دیں؟"

آپ نے فرمایا۔

"سعید! ہر شخص کے لئے خداوند عالم کی طرف سے کچھ پاسبان اور نگہبان مقرر ہیں جو اُسے کنوئیں میں گرنے، دیوار میں دبنے یا کسی آفت میں مبتلا ہونے سے بچاتے رہتے ہیں ہاں! جب وقت آجاتا ہے تو نگہبان اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دیتے ہیں"

آپ لپک کر دشمن کی طرف بڑھے بیٹوں، بھتیجوں یا اصحاب میں سے جو بھی مزاحم ہوا اُسے سختی سے جھڑک دیا

اس وقت آپ تن تنہا دشمن کی پوری فوج کے مقابل تھے۔ آپ کی کیفیت اس وقت ایک ایسے علم کی تھی جو ہوا زمین پر نصب ہوا اور شل ایسے ہدف ونشانہ کے تھے جو ہر طرف سے زد پر تھا تیروں کا مینہ برس رہا تھا تلواروں کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

امام حسنؑ سے ضبط نہ ہو سکا آپ نے بھی آگے بڑھ کر عرض کی۔

"کیا حرج ہے اسی طرف کیوں نہ چلئے جدھر آپ کے اصحاب ابھی دشمن کے مقابلہ میں جمے ہوئے ہیں"

امیرالمومنینؑ نے اپنے میسرہ کی طرف نظر ڈالی جہاں کچھ لوگ ابھی تک اپنی جگہ مضبوطی سے جم کر دشمن سے لڑ رہے تھے پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹا! تمھارے باپ کے لیے بھی ایک دن مقرر ہے اس سے تجاوز ممکن نہیں۔ کوشش کرنے سے وہ وقت ٹل نہیں سکتا اور نہ جلد چاہنے سے وہ دن آسکتا ہے"

معاویہ کی فوجوں نے جب امیرالمومنینؑ کو اس حال سے آتے دیکھا تو جھنڈ کے جھنڈ آپ کی طرف دوڑ پڑے ابوسفیان کے غلام احمر نے خیال کیا کہ یہ بہترین موقع ہے علیؑ بالکل نہتے آرہے ہیں اُن کو ہلاک کر کے اپنے آقا معاویہ کو تمام پریشانیوں سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ اس نے امیرالمومنینؑ کو بڑھتے دیکھ کر یقین کر لیا کہ ان کی قضا آگئی ہے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تلوار کھینچے اچانک آپکے سر پر آ پہونچا مگر وہ قریب پہونچ کر تلوار چلانے بھی نہ پایا تھا کہ امیرالمومنینؑ نے بجلی کی سی سرعت سے اسکے پٹکے پر ہاتھ ڈالا اُسے گھوڑے سے اُٹھا کر اتنے زور سے پٹکا کہ ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور بدن کا گوشت چیتھڑے چیتھڑے اُڑ گیا۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم الامام علی بن ابی طالب جلد چہارم اعیان الشیعہ جلد ۳)

اس وقت آپکے میسرہ میں صرف قبیلہ ربیعہ والے بڑی ثابت قدمی و پامردی سے جمے ہوئے تھے اُن کو نہ کوئی خوف تھا۔ نہ محاذ جنگ کے دوسرے حصہ میں شامیوں کے غلبہ سے پریشانی لاحق تھی باوجود اس کے امیرالمومنین میسرہ کی طرف نہیں بڑھے اور نہ اُن کی استادہ صفوں کی آڑ میں کھڑا ہونا گوارا کیا۔ میمنہ پسپا ہو چکا تھا قلب لشکر کی حالت بھی نازک تھی صرف آپ ہی تنہا قائم تھے آپ آگے بڑھے اور شام کے دل بادل میں ڈوب گئے جو سامنے آیا آپکے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترا، اس دارو گیر کے عالم میں بھی آپ اپنے لشکر کی دیکھ بھال سے غافل نہ رہے آپ دشمنوں کو مارتے بھی جاتے اور ترتیب لشکر بھی کرتے جاتے، بڑھ بڑھ کر حملہ بھی کرتے اور اپنی بکھری ہوئی صفوں کو منظم بھی کرتے۔ کبھی میمنہ کی طرف پہونچے کبھی میسرہ کی طرف اُن کی ہمت بڑھاتے صبر کی تلقین کرتے فرار کی ذلت سے ڈراتے۔ آپ نے مالک اشتر کو بلا کر کہا۔

"میمنہ والوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ تم موت سے بچ کر کہاں تک بھاگو گے؟"

محاذ کے ہر حصہ پر آپ پوری طرح نگراں تھے جدھر کمزوری محسوس کرتے یا صفوں میں انتشار نظر آتا فوراً ہی اس کا تدارک کرتے۔ تین شب و روز صفین کا میدان قیامت کا نمونہ بنا رہا لگاتار لڑائی ہوتی

رہی۔ اس پورے عرصہ میں بڑے غور سے حالات کا جائزہ لیتے رہے، اپنے لشکر کی پیش قدمی، پھر ڈھیلے پڑ جانا، یلغار اور فرار کوئی معمولی سے معمولی بات آپ سے مخفی نہ تھی پورے میدان جنگ پر یوں آپ کی نظر تھی جیسے کوئی کتاب کا ورق، اور جیسی ضرورت سمجھتے ویسی ہی کارروائی عین وقت پر عمل میں لاتے۔ آپ کی ہمت اسی طرح شباب پر تھی اور سختی بجائے حوصلہ کو پست کرنے کے اور بڑھاتی تھی۔

جس وقت حملہ کی شدت سے آپ کے قلب لشکر میں ابتری پھیلی تو آپ نے فوراً ہی اصلی سبب کا پتہ لگایا اور اسی وقت اسکے تدارک کی سبیل بھی تجویز کرلی۔ قلب لشکر میں صرف مٹھی بھر آدمی رہ گئے تھے اور ایک آپ خود تھے آپ نے جیسے ہی اپنی صفوں میں انتشار دیکھا دشمن کی صفوں میں پھاند پڑے کبھی ادھر ٹکر کرتے کبھی ادھر۔ تن تنہا دشمن کے چڑھتے ہوئے دریا اور اُمنڈتے ہوئے سیلاب سے جنگ کر رہے تھے اس لئے نہیں کہ فتح آپ ہی کی ہو بلکہ اس لیے کہ گھبرائے اور سہمے ہوئے دلوں کی ڈھارس بندھے۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے سپاہی بھی تقلید کریں اور بھاگنے والے جم کر لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اسی وقت کا واقعہ ہے کہ معاویہ کے بہت بڑے گھوڑے سوار دستہ نے امیرالمومنینؑ کے سوار دستے پر حملہ کرکے انھیں مغلوب کرلیا ہزاروں سپاہی دشمن کے نرغہ میں آگئے اور رہائی کی کوئی صورت باقی نہ رہی امیرالمومنینؑ نے پکار کر کہا:

"کوئی ہے جو اپنی جان خدا کے ہاتھ فروخت کرے اور اپنی دنیا کو آخرت کے عوض بیچ ڈالے؟"

قبیلہ جعف کا ایک آہن پوش بہادر آگے بڑھا عرض کی:

"آپ مجھے حکم دیجئے، جس کام کا حکم دیجئے میں ضرور انجام دوں گا۔"

آپ نے فرمایا:

"ابوالحارث! خدا تمہارے بازو سلامت رکھے شام والوں پر حملہ کرکے اپنے ساتھیوں تک پہونچو اور اُن سے کہو کہ امیرالمومنینؑ تم کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اپنی طرف تکبیر کے نعرے بلند کرو یہاں ہم نعرے بلند کرتے ہیں تم اس طرف سے شام والوں پر حملہ آور ہو ہم ادھر سے حملہ کرتے ہیں۔"

لوگوں نے دیکھا کہ ابوالحارث گھوڑا اڑاکے چلے دشمن کی آہنی صفوں میں گھستے دھنستے اپنے ساتھیوں کے پاس جا پہونچے ساتھیوں نے ابوالحارث کو دیکھ کر پوچھا۔

"امیرالمومنین کس حال میں ہیں؟"

"بخیریت ہیں تمھیں سلام کہلا بھیجا ہے۔"

اسکے بعد ابوالحارث نے امیرالمومنینؑ کا پیام پہونچایا چند ہی منٹ میں تکبیر کی صداؤں سے زمین ہلنے لگی کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے نعرہ بلند ہوتا۔ شامیوں میں دہشت پھیل گئی گھبرا گئے کہ یہ نئی آفت کون سی آگئی وہ سمجھے کہ علیؑ بہت بڑا لشکر لے کر آپہونچے تکبیر کی صدائیں کبھی سامنے سے آتی معلوم ہوتیں کبھی پیچھے سے

انھیں یقین ہو گیا کہ اب ہم چکّی کے دو پاٹوں میں گھر چکے ہیں، تدبیر کام کر گئی۔ امیرالمومنینؑ کی فوج جو دشمن کے نرغہ میں گھر چکی تھی اُسے نرغہ توڑ کر باہر آنے کا موقع مل گیا۔

مالک اشتر امیرالمومنین کا حکم پا کر میمنہ والوں کے پاس جو پیچھے ہٹ آئے تھے پہونچے، انھیں بار بار آوازیں دیں غیرت دلائی ثابت قدمی کی تلقین کی مگر اُن لوگوں پر اتنی دہشت طاری تھی کہ بہت کم لوگوں نے توجہ کی، وہ اپنی گرج دار آواز سے پکارتے ہی رہے۔

"میں مالک بن حارث ہوں، میں اشتر ہوں میری طرف آؤ۔"

مگر ان کی آواز سن کر اگر ایک ان کی طرف آتا تھا تو دس دُور بھاگتے تھے وہ انھیں للکارتے بُرا بھلا کہتے مگر انھیں کوئی پرواہ نہ ہوتی جیسے اُنھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لی ہوں اُنھوں نے اپنی قوم والوں کو خصوصیت سے آواز دی۔

"مذحج والے میرے پاس آجائیں۔"

مالک کا یہ تیر نشانہ پر بیٹھا، دہشت سے سہمے ہوئے لوگوں کی مدہوشی جیسے دور ہونے لگی بھاگتے ہوئے قدم رُک کے پلٹے ہوئے ہوش واپس ہونے لگے۔ مالک اشتر نے اپنی قوم والوں کو خصوصیت سے پکار کر جیسے کہ قبائل کی غیرت وحمیت کا چیلنج دیدیا دوسروں نے محسوس کیا کہ وہ ہمیں ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور اپنے قبیلہ والوں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ گھور گھور کے مالک کو دیکھنے لگے مگر مالک نے ان کی طرف توجہ نہ کی وہ اپنے قبیلہ والوں کو جمع کرتے رہے رفتہ رفتہ ان کی جمعیت اکٹھا ہو گئی مالک نے انھیں پھٹکارتے ہوئے کہا

"تمہارا ناس ہو، خدا کی قسم تم نے اپنے پروردگار کو راضی کیا نہ اسکی خیر خواہی کی، ایسا ہوا کیسے؟ تم جنگ کے سپوت، مار کاٹ کے سورما اور میدان جنگ کے شہسوار ہو تم اپنے دشمن کی موت ہو، تم نیزہ بازی والے مذحج ہو"

مالک تھوڑی دیر خاموش رہے، ساتھیوں کے چہرے پر مارے شرم و ندامت کے پسینہ آگیا، مالک نے اپنی آواز میں نرمی پیدا کر کے اور شامیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا:-

"آج مجھے سرخرو کر دو میرے چہرے کا خون لوٹا لاؤ خدا کی قسم یہ جتنے شامی تمھیں نظر آتے ہیں ان میں ایک شخص میں بھی پرکاہ برابر دین خدا نہیں۔"

ساتھیوں نے کہا۔

"آپ جیسا حکم دیجئے اور جدھر چاہے لے کر چلئے۔"

مالک اشتر انھیں میمنہ کی طرف لے کر بڑھے۔ سب سے پہلے ضرورت اسکی تھی کہ میمنہ کو درست کیا جائے جو درہم و برہم ہو چکا تھا۔ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ معاویہ کی فوجوں نے میمنہ کو توڑ پھوڑ کے رکھ دیا میمنہ پر متعین ہوئی

فوج جنگ چھوڑ کے پیچھے ہٹ آئی تھی۔ قبیلہ ہمدان کے صرف آٹھ سو جانباز سر ہتھیلی پر لئے دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے، اُن آٹھ سو مجاہدوں میں سے ۱۸۰ آدمی مقتول ہوئے اُن کے کئی سردار مارے گئے۔ ایک کے گرنے پر دوسرا بڑھ کر علم ہاتھ میں لے لیتا دوسرے کے بعد تیسرا اسی طرح گیارہ سردار یکے بعد دیگرے آگے بڑھتے اور عروس شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

سب سے پہلے کریب بن شریح، شرحبیل بن شریح، مرثد بن شریح، ہبیرہ بن شریح، یریم بن شریح، شمر بن شریح چھ حقیقی بھائیوں نے یکے بعد دیگرے علم ہاتھ میں لیا اور لڑتے ہوئے مارے گئے انکے بعد ابوسفیان بن زید نے علم سنبھالا وہ گرے تو عبد بن زید نے لیا اُن کے گرنے پر کریب بن زید نے لیا اسطرح یہ تینوں بھائی بھی ایک ایک کرکے مقتول ہوئے اُن کے بعد پھر عمیرہ بن بشیر پھر حارث بن بشیر نے علم سنبھالا اور اس کی حفاظت میں یہ دونوں بھائی بھی لڑتے ہوئے مقتول ہوئے۔

پھر وہب بن کریب نے اس علم کو ہاتھ میں لیا اور چاہا کہ جم کر دشمن سے لڑے انکی قوم کے کسی آدمی نے کہا:۔

"آپ اس علم کو لے کر ہٹ جاؤ تمھاری قوم کے بڑے بڑے معززین قتل ہو چکے ہیں اب اپنے اوپر بھی رحم کرو اور اپنی قوم والوں پر بھی"

ان شیدائی لوگوں نے بڑے حسرت واندوہ بھرے لہجہ میں کہا:۔

"کاش عرب کے کچھ لوگ ہمارے ساتھ عہدوپیمان کر لیتے پھر ہم بھی آگے بڑھتے اور وہ بھی اور اسوقت تک لڑتے رہتے جب تک ہم ایک ایک کرکے قتل ہو جاتے یا پھر دشمن پر فتحیاب ہوتے"

اسی وقت مالک اشتر کی اُن سے ملاقات ہوئی اُن کے یہ حسرت بھرے کلمات سن کر اشتر نے کہا:۔

"آؤ ہمارے پاس آؤ میں تم سے حلف لیتا ہوں اور عہدوپیمان کرتا ہوں کہ ہم لوگ اس وقت تک نہیں پلٹینگے جب تک غالب نہ ہو جائیں یا اپنی جان نہ دیدیں"

سب ایک ایک کرکے اشتر کے گرد جمع ہو گئے اور اشتر انھیں لے کر میمنہ کی طرف بڑھے۔

میمنہ کی پسپائی زیادہ دیر تک نہ رہی مالک کی آمد اور انکے ولولہ خیز نعروں اور جوشیلی تقریروں نے اُن میں نئی زندگی پیدا کر دی پیچھے ہٹتے ہوئے قدم رک گئے۔ غول کے غول اُن کے گرد آکر جمع ہونے لگے اب وہ گھبراہٹ تھی نہ خوف و ہراس، کمزوری و بےبسی کا احساس جاتا رہا اب تو تھا وہ پشیمان و رنجیدہ کہ ہم سے ایسی لغزش ہوئی کیوں۔ ان میں سے کسی کے دل میں بھی کھوٹ نہیں تھی، وہ تو معاویہ کی فوج کا ناگہانی حملہ اتنا شدید تھا کہ اُن کے پیر اکھڑ گئے اور جان بچانے کی فکر لاحق ہو گئی۔ مالک اشتر آوازوں پر آواز

دیتے اور ہر آواز پر کبھی اس طرف سے کوئی غول اُن کے پاس آجاتا کبھی اُس طرف سے کوئی غول۔ سب اپنے دامنوں سے شکست کا غبار جھاڑتے اور چہروں سے فرار کی سیاہی مٹاتے ہوئے آئے۔ جب ایک ایک سپاہی پلٹ آیا اور میمنہ پھر اُسی طرح مرتب ہو گیا جس طرح پہلے تھا تو مالک انھیں لے کر اُس طرف بڑھے جدھر عبداللہ بن بدیل نرغہ میں تھے دشمن کا جو رسالہ سامنے آیا اُسے روندتے کچلتے راہ بناتے ہوئے آگے بڑھے۔ موت کا فرشتہ اُن کے لیے راستہ صاف کرتا جاتا اور زمین کامیابی کا فرش بچھاتی جاتی باتھی فتح یابی کے نشہ میں سرشار تھے معاویہ کی فوج مالک کی جی داری ثبات و استقلال نیزوں کو اپنے سینے سے ریلتے دیکھ کر مبہوت تھی۔ جب دشمن اُن کے سامنے ٹھہرنے کی کوشش کرتے تو وہ اُن میں گھس پڑتے جب اُن سے کتراتے تو وہ اُن کا پیچھا کرتے اور اگر بھاگنے کا ارادہ کرتے تو دوڑ کر اُن کی راہ بند کر دیتے۔ جدھر نگاہ اٹھتی اُنھیں مالک کی تلوار ہی نظر آتی اور اس تلوار کی آب میں اپنی موت کا عکس۔ یہاں تک کہ خود مالک کے ساتھی اُن کے جوش شجاعت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے دو بھائیوں نے آپس میں سرگوشی کی منقذ نے کہا۔

"پورے عرب میں مالک جیسا بہادر مشکل ہی سے کوئی ہوگا اگر واقعاً اس جنگ میں اُن کی نیت ٹھیک ہے"

اُس کے بھائی حمیر نے کہا۔

"اُن کی نیت تو وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو"

منقذ نے سر ہلا کر کہا۔

"میں تو ڈرتا ہوں کہ یہ کہیں حکومت کے طلبگار نہ ہوں۔"

مگر حقیقت یہ ہے کہ مالک کو دنیا کی ذرہ برابر خواہش نہ تھی وہ تو بس آخرت کے طلبگار تھے۔ شرافت و کردار کی مدد کر رہے تھے اُن کا مقصود محض نیکیوں میں ایک نیکی تھی یا سرکش و گمراہ دشمن پر غلبہ یا پھر شہادت!!!

مالک نے بھیڑ میں دیکھا کہ امیرالمومنینؑ کے کچھ لوگ امیرالمومنینؑ کے ایک آدمی کو ہاتھوں پر اٹھائے لیے جا رہے ہیں، وہ شخص خون میں ڈوبا ہوا ہے مالک نے پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا۔

"یہ زیاد بن نضر ہیں! عبداللہ بن بدیل جب دشمن کے نرغہ میں گھر گئے تھے زیاد نے اُن کی جگہ میمنہ کا علم ہاتھ میں سنبھالیا جم کر لڑے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گئے"

پھر تھوڑی دیر کے بعد اُنھوں نے ایک دوسرے زخمی کو اسی طرح جاتے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟"

لوگوں نے بیان کیا۔

"یہ یزید بن قیس ہیں جب زیاد زخمی ہو کر گر پڑے تو اُن کی جگہ انھوں نے لے لی اور میمنہ کا علم ہاتھ میں لے کر اتنا لڑے کہ یہ بھی زخموں سے چور چور ہو گئے"

مالک نے کہا۔

"خدا کی قسم یہ ہے پامردی و استقلال اور قابل فخر کارنامہ۔ دوسروں کو شرم نہیں آتی کہ بغیر لڑے یا مرے میدان چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں"

مالک کی کیفیت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی معلوم ہوتا تھا جیسے ایک دیو ہے گھوڑے پر سوار۔ اُن کا اسپ سُبک سیر آندھی کی طرح میدان کرتہ بالا کئے ہوئے تھا چھلاوے کے مانند ایک ہی لمحہ میں کبھی یہاں دکھائی دیتا کبھی وہاں۔ مالک کو اس وقت صرف یہی فکر تھی کہ دشمن کی صفوں میں گھس کر جتنے ہاتھ لگیں سبھی کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اُن کی تلوار مشین کی طرح برابر اپنا کام کئے جا رہی تھی اور وہ خود بڑے عادلانہ طریقہ پر دشمن کو برابر برابر موت و ہلاکت تقسیم کر رہے تھے مگر انھیں بےچینی تھی کہ کسی طرح یہ غبار چھٹے اور وہ ابن بدیل اور اُن کے جواںمرد ساتھیوں کو دیکھ سکیں جنھوں نے جان دینے کے لئے باہم عہد و پیمان کئے تھے وہ لوگ ایک طرف زخموں سے چور چور پڑے تھے اور اُن میں رمقِ جان باقی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں مالک اپنے جانبازوں کے ہمراہ ابن بدیل کے قریب پہونچ گئے۔ ابن بدیل اور اُن کے خاک و خون میں غلطاں ساتھیوں نے اپنے قریب لشکر کی آہٹ محسوس کر کے آنکھیں کھولیں یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ اپنے ہی آدمی ہیں سب میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ان لوگوں نے حسرت بھرے لہجہ میں پوچھا۔

"امیرالمومنین کا کیا حال ہے؟"

اشتر کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

"زندہ و سلامت میسرہ میں تشریف فرما ہیں اور دشمن سے مصروف پیکار ہیں"

ابن بدیل اور اُن کے ساتھیوں کے چہرے کھل اُٹھے بولے۔

"شکر ہے خدا کا ..... ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ امیرالمومنینؑ بھی جاں بحق ہوئے اور ہم لوگ بھی اُن کے ساتھ ختم ہو گئے"

ابن بدیل اُچھل کر کھڑے ہو گئے نہ مہلک زخموں کی پروا تھی نہ ضعف و نقاہت کا ذرہ برابر خیال علیؑ کے ذکر نے اُن کے تن مردہ میں گویا پھر سے جان ڈال دی اب وہ پھر وہی پہلے جیسے ابن بدیل تھے ضدی اور ہٹیلے۔ خطروں سے کھیلنے اور موت کو للکارنے والے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"چلو اٹھو ہمارے ساتھ آؤ"

اب پھر ایک مرتبہ اس جانباز مجاہد نے بچی کھچی طاقت سے دشمن پر حملہ کیا اس مرتبہ بھی ان کا رُخ اسی قبۂ سپیدہ کی طرف تھا جس میں معاویہ قرار گزیں تھے۔ ابن بدیل کے نقش قدم پر اُن کے ساتھی بھی لپکے اتنی ہی تیزی کے ساتھ جتنا زخمی جسم سے چلنا ممکن تھا انھوں نے ایک دوسرے سے اپنے شانے ملا لیے تھے یوں چلتے تھے جیسے ایک آدمی چلے سب کے قدم ایک ساتھ اُٹھتے اور ایک ساتھ زمین پر ٹکتے ان کے پہلوؤں میں دل اُچھلا پڑتا تھا کہ کسی طرح یا تو کامیابی نصیب ہو یا پھر ہماری موت آجائے۔ ابن بدیل علم لشکر اور مشعل راہ بنے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور اُن کے ساتھی اس مشعل کی روشنی میں اُن کے پیچھے رواں دواں تھے۔ مالک کے منع کرنے پر بھی ان لوگوں کی رفتار سست نہ ہوئی۔ مالک نے بہت اصرار کیا کہ آپ اپنے ہمراہیوں سمیت یہیں رک جائیے آپ کے لیے بھی بہتر ہے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بھی مگر ابن بدیل نے جان بچانے سے انکار کر دیا اور اپنے قدم اور تیز کر دیے۔

ابن بدیل آگے بڑھتے ہوئے معاویہ کے قریب پہنچ گئے، اُن کی اس جرأت و دلیری نے معاویہ کے سپاہیوں کے ہوش اُڑا دیے نہ آنکھوں سے کچھ دکھائی دیتا نہ ہاتھوں میں سکت باقی تھی معلوم ہوتا تھا جیسے خواب دیکھ رہے ہوں۔ معاویہ کے حلق سے گھٹی ہوئی چیخ نکل گئی اُنھوں نے اپنے سپاہیوں سے چلا کے کہا۔

"ارے تمھارا ناس ہو اگر اسلحے سے کام نہیں لے سکتے تو ڈھیلوں پتھروں سے کام لو"

اس چیخ نے اُن کے سپاہیوں کو ہوشیار کیا اور اب ہر طرف سے ابن بدیل پر پتھروں کا طوفان آگیا۔ معاویہ کے کسی سپاہی کو ہمت نہ ہو سکی کہ وہ سپاہی کی طرح اُن کی طرف بڑھے اور تلوار یا سلاح جنگ سے اُن کا مقابلہ کرے کوئی اُن میں ایسا نہ تھا جسے اُن کے نزدیک آنے کی جرأت ہوتی انھوں نے دُور سے اُن کا کام تمام کیا درانحالیکہ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بہت آسانی سے مقابلہ کر سکتے تھے اُن کے بازوؤں کے وار سے اپنے کو بچا سکتے تھے۔ جس وقت ابن بدیل کی طاقت بالکل جواب دے گئی پتھروں کی بوچھار نے اُن کو چور چور کر دیا اور ابن بدیل یوں ڈھیر ہو گئے جیسے گوشت کے لوتھڑوں اور خون کا کوئی انبار ہو معاویہ نے اپنے سپاہیوں سے پکار کر کہا۔

"دیکھو تو کون ہے؟"

سپاہیوں نے کہا

"ابن بدیل ہیں"

معاویہ نے آگے بڑھ کے چاہا کہ اس چادر کو ہٹائیں جو انھیں کے ایک سپہ سالار فوج عبداللہ بن عامر نے ابن بدیل کے جسم پر ڈال دی تھی۔ اس موقع پر عبداللہ بن عامر کی آنکھیں آگ بگولہ ہو گئیں چہرے پر سختی آگئی اس نے معاویہ کا ہاتھ جھٹک دیا اور گرج کر کہا۔

خدا کی قسم ہرگز نہیں! جب تک میری جان میں جان ہے اُن کا مثلہ نہیں کیا جا سکتا۔"
معاویہ نے نرمی سے کہا۔
"چہرہ تو ان کا کھول لو میں ہرگز ان کا مثلہ نہیں کروں گا میں ان کی میت تمھیں ہبہ کرتا ہوں۔"
اسکے بعد اُنھوں نے شماتت اور غرور بھری نظر اپنے دشمن (ابن بدیل) کے چہرہ پر ڈالیں
اور کہنے لگے۔
"پروردگار کعبہ کی قسم، یہ تھا اپنی قوم کا سردار، خدایا اشتر نخعی اور اشعث کندی پر بھی مجھے
فتحیاب کر۔
خدا کی قسم ابن بدیل ویسے ہی تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔
وہ جنگ کا بھائی ہے اگر جنگ اُس پر دانت لگائے تو وہ بھی اُسے کاٹ کھائے۔
میدان جنگ میں جب موت سے مڈبھیڑ ہوتی تو قدم پیچھے ہٹانے کو ننگ و عار سمجھتا تھا۔
وہ شیر بیشہ کی طرح اپنے بیشہ کی حفاظت کرتا تھا۔......
اسکے بعد بولے۔
"بنی خزاعہ کے مرد تو مرد اگر ان کی عورتوں کا بھی امکان ہوتا ہم سے لڑنے کا تو وہ ہم سے ضرور لڑتیں۔"
معاویہ اپنے قبہ میں واپس گئے اور عبداللہ بن عامر نے آنسو پی کر ابن بدیل کے چہرے پر چادر ڈھک دی۔
(کتاب الصفین نصر ابن مزاحم۔ الامام علی ابن ابی طالب جلد چہارم۔ اعیان الشیعہ جلد سوم وغیرہ)

(۸)

دوپہر تک جنگ کی کیفیت ڈانواڈول رہی کسی طرف غلبہ تھا کسی طرف پسپائی مالک اشتر میمنہ
کو درست کرنے اور سنبھالنے میں مصروف تھے۔ میسرہ میں امیرالمومنینؑ جمے ہوئے مصروف کارزار تھے نہ کوئی
لشکر تھا نہ حفاظتی دستہ صرف قوم ربیعہ کے کچھ لوگ تھے جو ثابت قدمی سے دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے
تھے طلوع آفتاب سے لے کر رات کی تاریکی پھیلنے تک اُن کی یہی کیفیت رہی موت اُن سے اُلجھی ہوئی تھی
اور وہ موت سے گتھے ہوئے تھے اور آخر وہ موت پر غالب آکر رہے امیرالمومنینؑ نے اُن کے پاس
پہونچ کر پوچھا۔
"یہ نشان لشکر کن لوگوں کے ہیں؟
لوگوں نے بتایا کہ یہ قبیلہ ربیعہ والوں کے نشان ہیں۔
آپ نے اُن کے حق میں دعائے خیر کی اور اُن کی جدائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔
"نہیں یہ ربیعہ کے علم نہیں بلکہ خدا کے علم ہیں، خدا اُن لوگوں کو محفوظ رکھے انھیں ثبات قدم

اور استقلال و پامردی عنایت فرمائے۔"

پھر آپؑ نے ایک کمسن نوجوان کو جو سُرخ رنگ کا علم اٹھائے تھا پاس بلا کر کہا۔

"نوجوان! اس علم کو ایک ہاتھ آگے نہیں بڑھا سکتے؟"

"ہاں خدا کی قسم ضرور بلکہ دس ہاتھ۔"

یہ کہہ کر وہ نوجوان جھپٹ کر آگے بڑھا اور چاہا کہ دشمن کے گھنے لشکر میں ڈوب جائے اُسے نہ گھمسان کے معرکہ کی کوئی پرواہ تھی نہ موت کا کوئی ہراس جوش شجاعت نے ہر چیز سے بے پرواہ کر رکھا تھا مگر امیر المومنینؑ نے روکا۔

"جہاں ہو وہیں رُکے رہو۔"

نوجوان رُک گیا اُسکے پیچھے اُسکے ہمراہی بھی رُک گئے شانے سے شانے ملائے ہوئے نہ اُن کی صفوں میں کسی کا گھسنا ممکن تھا نہ اُن کے قدم کسی کے ہٹائے ہٹنے والے تھے دست بدست لڑائی ہونے لگی ایک ایک لمحہ پُرخونریز جنگ ہوئی۔

معاویہ کی بڑی کوشش تھی کہ ہماری جان ہر طرح سلامت رہے اسی لیے انھوں نے قلب لشکر میں اپنے لیے قبہ بھی نصب کرایا اور اسکے لیے ایسے جنگ آزمودہ افراد کا حفاظتی دستہ بھی مرتب کیا جنھوں نے جان دے دینے کے لیے عہد و پیمان کیے تھے، اسی کے ساتھ انکی انتہائی کوشش رہی کہ کسی طرح علیؑ پر قابو چل جائے کس کے اُن پر وار نہ کیا جاسکے تو اُن کی غفلت میں حملہ کرکے کام تمام کر دیا جائے۔ اس کے لیے انھوں نے مکر و فریب کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے، مال و زر بھی عہدہ و منصب بھی اور تملق و چاپلوسی بھی ہر حیلہ و وسیلہ کے ذریعہ کام نکالنے کی کوشش کی لڑائی کے موقع پر انھیں معلوم تھا کہ علیؑ کے ایک ایک سپاہی کی نظر مجھی پر ہے ہمارا سب ہی نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے انھوں نے محاذ جنگ سے ہٹ کے خیمہ میں قیام کرنا پسند کیا پھر اس خیمہ کے لیے ایک حفاظتی دستہ بھی مقرر کیا اسی پر بس نہیں بلکہ انھوں نے ایک احتیاطی تدبیر یہ بھی کی کہ اپنے ایک غلام حریث کو جسکی صورت اتفاق سے اُن کی صورت سے ملتی جلتی تھی برابر اپنے ہی بھیس میں رکھتے یہ چال بڑی کامیاب ثابت ہوئی۔ معاویہ اطمینان سے خیمے میں بیٹھے ہوتے اور حریث اُنکی جگہ فوج میں شامل ہوتا لوگ یہی سمجھتے کہ معاویہ خود بنفس نفیس ہمارے ساتھ شریک جنگ ہیں معاویہ حریث کو ہر خطرہ سے بچاتے رہتے اسکی سلامتی کے ساتھ اُن کی سلامتی بھی وابستہ تھی ڈرتے تھے کہ کہیں یہ مارا گیا تو راز بھی فاش ہو جائے گا اور پھر چار و ناچار مجھے میدان میں آنا پڑے گا۔ یہ حریث جب میدان میں نکلنے لگتا تو وہ بڑی تاکید سے کہتے:۔

"حریث دیکھو علیؑ سے بچے رہنا اور جس سے جی چاہے لڑنا مگر اُن سے خبردار ہرگز نہیں!"

مگر موت کسی کے ٹالے کب ٹلتی ہے جو معاویہ کی تدبیروں سے ٹل جاتی معاویہ چاہتے تھے کہ کسے بچائے رہیں یہ مرے نہیں تاکہ ہمیں بھی چین سے بیٹھے رہنے کا موقع ملے اور ادھر شیطان اپنی تاک میں تھا کہ کسی طرح اسے گھسیٹ کر موت کے منہ میں لا ڈالے۔

عمرو عاص نے اُسے بہکاتے ہوئے کہا

"اگر موقع ملے تو علیؑ کو چھوڑنا نہیں حملہ کرکے مار ڈالنا۔"

پھر دوبارہ کہا

"وہ نہیں چاہتے کہ تمھاری ناموری اور شہرت ہو۔"

"کون نہیں چاہتا؟"

"معاویہ نہیں چاہتے! خدا کی قسم حریث اگر تم قریشی ہوتے تو معاویہ کی یہ خواہش ضرور ہوتی کہ تم علیؑ کو مار ڈالو مگر چونکہ تم قریشی نہیں ہو اس لیے انھیں گوارا نہیں۔ ...."

حریث نے غیظ سے دانت پیس کر اور اژدہے کی طرح پھنکار کر کہا۔

"انھیں گوارا نہیں؟"

"ہاں! تو اگر موقع ہاتھ لگے تو اُن پر حملہ کر ہی دینا۔"

ایسا ہی ہوا حریث بڑا نامی بہادر تھا کوئی بزدل نہیں اُس نے چلا کر کہا۔

"اے علی آؤ آگے بڑھو"

مگر یہ آخری آواز تھی جو اُس کے منہ سے نکلی اور آخری سانس تھی جو اس نے لی۔ امیرالمومنینؑ نے تمسخر بھرے لہجہ میں اُس کا رُخ کرتے ہوئے کہا۔

"نادان سنبھل کے"

پلک جھپکتے ہی شمشیر اپنا کام کر چکی تھی اور حریث کا آدھا جسم دائیں اور آدھا بائیں پڑا تھا۔

(کتاب الصفین نصر بن مزاحم، الامام علی ابن ابی طالب جلد چہارم، اعیان الشیعہ جلد سوم، تاریخ اسلام اسٹر ذاکر حسین دہلوی مرحوم وغیرہ)

کون سے جذبات اس وقت عمرو عاص کے دل میں کام رہے تھے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے وہ علیؑ کی قوت و ہیبت سے ناواقف نہ تھے نہ غلام کو بہکانے کے وقت انھیں اس کا وہم و گمان بھی رہا ہوگا کہ غلام فتحیاب ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ غلام کو بہکانے کے لیے میری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایسی سوئی ہے جس سے حریث کا کفن سلے گا اور ایسی کدال ہے جس سے اس کی قبر کھدیگی۔ انھیں اس غلام سے کوئی دیرینہ کینہ و عداوت بھی نہ تھی پھر بھی داؤں کرکے رہے اور اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

اُن کی یہ حرکت کسی عداوت کی بنا پر نہ تھی نہ کسی انتقام کی خاطر اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنی قدر و قیمت سے بھی بخوبی واقف تھے اور معاویہ کی حالت بھی ان پر بخوبی روشن تھی۔ ان کی ہستی بس یہی ایک دکیہ اُن کا مال و متاع اور سامان تھی اور معاویہ اس سامان کے خریدار تھے اور یہ ظاہر ہے کہ بازار میں اگر کوئی چیز صرف ایک ہی دوکاندار کے پاس ہو تو وہ منھ مانگے دام پر بیچتا ہے اور خریدار لینے پر مجبور اور اگر کئی دوکانداروں کے پاس ویسی چیز ہو تو پھر اس کی قیمت بھی معمولی ہو جاتی ہے۔ معاویہ کو ایک ہمدم کار کی ضرورت تھی عمرو عاص نے منھ مانگے دام پر اپنے کو اُن کے ہاتھ بیچا تھا اب وہ بھلا یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ دوسرا شخص بھی اُن کا مددگار بن جائے اور اصطلح معاویہ کی نظروں میں اُن کی وہ قدر و قیمت نہ رہے جو اکیلے ہونے کی صورت میں ہوتی اور وہ قیمت نہ ملے جو وہ چاہتے تھے۔

اسی حساب سے عمرو عاص اپنے اور معاویہ کے باہمی تعلقات کو تولتے تھے۔ ذاتی مصالح ہی نے ان دونوں کو ایک نقطہ پر لا کر اکٹھا کیا تھا۔ جس حد تک ایک کو دوسرے کی حاجت ہوتی اسی کے لحاظ سے وابستگی ہوتی اور جس حد تک ایک دوسرے سے بے نیاز ہوتا اسی لحاظ سے بے تعلق ہوتے۔

عمرو عاص نے اپنی اسی فطرت سے مجبور ہو کر حریث کو اپنے راستہ سے ہٹایا انھیں یہ نہیں منظور تھا کہ معاویہ بالکل کمزور ہو جائیں اور اُن کی طاقت و قوت بالکل ہی زائل ہو جائے بس اتنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی سطح سے اونچے نہ ہونے پائیں اور ہمارے ہمیشہ محتاج رہیں اور ہمارا ہی سہارا ڈھونڈھیں معاویہ اُن کے پاس مشورہ لینے کے لیے دوڑے آتے اور وہ مکارانہ طریقہ سے اپنے مشورہ کو مخفی رکھتے اور مشورہ میں ایسی چیزیں بھی شامل کر دیتے جو معاویہ کی نخوت و تکبر کو صدمہ پہونچانے والی ہوتیں انھوں نے بارہا معاویہ کو چوٹ پہونچائی اور اُن کی کمزوریوں کو نمایاں ہونے کا موقع دیا خود اپنے کو بڑا ہی چالاک ہوشیار ثابت کرتے جیسے آگے بڑے بڑے چالاک کان پکڑ لیں اور معاویہ کو اپنے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور بودا ثابت کرتے۔

اسی دن کا قصہ ہے جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی امیرالمومنینؑ نے معاویہ کو کئی آوازیں دیں مگر معاویہ کوئی جواب نہیں دیتے تھے انھوں نے ساتھیوں سے کہا:۔

"پوچھو کیا کہنا چاہتے ہیں ؟"

"میں چاہتا ہوں کہ ذرا میرے سامنے آئیں"

اس موقع پر عمرو عاص اصرار کر کے معاویہ کو دونوں صفوں کے درمیان لائے یہ سننے کے لیے کہ علیؑ کیا کہتے ہیں، امیرالمومنینؑ نے فرمایا:۔

"معاویہ وائے ہو تم پر۔ ہمارے اور تمھارے درمیان لڑائی ہے ہم لوگوں کی وجہ سے خواہ مخواہ یہ لوگ کیوں ایک دوسرے کا خون بہائیں .... آؤ ہم تم لڑ کر اس کا فیصلہ کر لیں جو فتحیاب ہو وہی

خلیفہ ہو"

معاویہ نے عمرو عاص سے پوچھا۔

"ابو عبد اللہ تمھاری کیا رائے ہے میں ان سے مقابلہ کروں؟"

"ہاں اس موقع کو غنیمت سمجھو"

"کیا؟"

"ٹھیک تو ہے علیؑ نے بڑے انصاف کی بات کہی ہے"

معاویہ دہشت زدہ ہو کر بولے۔

"عمرو عاص پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"

"دیکھو اگر تم اس وقت ان کے مقابلہ سے گریز کرتے ہو تو ہمیشہ کے لیے تم اور تمھاری اولاد ذلیل ہو جائے گی اور وہ کلنک کا ٹیکہ لگے گا جو چھڑائے نہ چھوٹے گا"

مگر عمرو عاص کی چال کامیاب ثابت نہ ہوئی معاویہ کو اپنی جان بہت پیاری تھی وہ اس خطرے کیونکر آنکھیں بند کر سکتے تھے جو چند ہی قدم پر منھ کھولے اُن کا انتظار کر رہی تھی۔ معاویہ نے چیخ کر کہا۔

"کتنے احمق ہو تم؟ میرے ایسے آدمی کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا خدا کی قسم علیؑ کے مقابلہ میں جو بھی آیا وہ موت کے گھاٹ اترا، تمھارا یہی منشا ہے کہ میں مارا جاؤں اور میرے بعد حکومت تم کو مل جائے"

معاویہ نے اپنی زندگی بچا لی۔

علی ہنسے۔

عمرو عاص نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"افسوس افسوس اپنے غنیم کے مقابلہ میں بزدلی دکھاتے ہو؟ اور اپنے خیر خواہ پر تہمت دھرتے ہو"

پھر عمرو عاص نے اکڑ کر کہا۔

"خدا کی قسم اگر مجھے ہزار مرتبہ بھی مرنا پڑتا تب بھی میں علیؑ سے لڑنے سے گریز نہ کرتا۔"

مگر یہ ڈینگ ہی ڈینگ تھی تھوڑی ہی دیر کے بعد قضاء قدر نے گیدڑ کے جسم سے شیر کی نقلی کھال کھینچ اُتاری، وہ ہزاروں آنکھوں کے سامنے برہنہ تھے اُن کی فطرت بھی عریاں ہو گئی اور انکی شرمگاہ بھی۔

امیر المومنینؑ نے کچھ عرصہ تک گھوڑے کو میدان میں کاوے دیے اور جب دیکھ لیا کہ معاویہ مقابلہ

پر آنا نہیں چاہتے تو باگ اٹھا کر اپنی صف میں چلے آئے۔ پھر آپ نے اور رنگ کا لباس زیب تن کیا اور معرکہ میں تحمل کر مبارز طلب ہوئے عمرو عاص نکل کر آئے، اس بے خبری میں کہ یہ کون شخص ہے وہ قریب آ گئے حضرتؑ اُن کے گرد پھرتے تھے اور پاس نہ جاتے تھے یہاں تک عمرو عاص دلیر ہو کر اپنے لشکر سے دور ہو گئے اور رجز پڑھنے لگے۔

"اے قاتلان عثمان میں تم سب کو شمشیر سے پرزے پرزے کر ڈالوں گا اگرچہ ابوالحسن ہی کیوں نہ ہوں"

امیرالمومنینؑ نے بھی رجز پڑھا جب عمرو عاص کو یہ معلوم ہوا کہ یہ علی ہیں تو بدحواس ہو کر بھاگے۔ امیرالمومنینؑ نے بھی گھوڑا ان کے پیچھے ڈال دیا اور دوڑا کے نیزہ کا ایک وار کیا جو اُن کے زرہ کے دامن پر لگا۔ عمرو عاص نام ہی سنکر بدحواس ہو گئے تھے وار پڑنے کے بعد اور بھی جان سوکھ گئی اور گھوڑے سے سر کے بل گر پڑے چونکہ پائجامہ پہنے ہوئے نہیں تھے پاؤں اونچے ہونے کے سبب انکی شرمگاہ عریاں ہو گئی امیرالمومنینؑ کی غیرت و حمیت نے اس طرف پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا آپ نے فرمایا تمھارا ناس ہو جاؤ تم اپنی شرمگاہ کے آزاد کردہ ہو۔

لوگوں نے کہا

"حضور یہ شخص بھاگا جا رہا ہے"

آپ متبسم ہوئے اور فرمایا

"تم لوگ جانتے ہو کون ہے"؟

"نہیں"

"یہ عمرو عاص تھے ہمارے سامنے ننگے ہو گئے ہم نے منہ پھیر لیا"

عمرو عاص جان بچا کے معاویہ کے پاس بھاگ گئے اُنھوں نے تمسخر بھرے لہجہ میں پوچھا۔

کیا کر آئے عمرو عاص۔؟

عمرو عاص نے بغیر شرمائے جواب دیا

"علیؑ سے میرا مقابلہ ہوا اُنھوں نے مجھے پچھاڑ دیا"

معاویہ نے قہقہہ مار کے ہنسے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر کرو اور اپنی شرمگاہ کا بھی"

عمرو عاص نے بپھر کے کہا۔

۱؎ نصر بن مزاحم وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عمرو ابن عاص امیرالمومنینؑ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص حرث بن نصر خثعمی کا بھی سخت دشمن تھا۔ امیرالمومنینؑ کی ہیبت تمام شامیوں کے دل پر چھائی ہوئی تھی اور سبھی آپ کے مقابلہ

"اس میں ہنسنے کی کونسی بات ہے، علیؑ اپنے ایک بھائی سے لڑے اور اُسے پچھاڑ ڈالا کیا تمھارا خیال ہے کہ اسی وجہ سے آسمان خون برسائے گا؟"

"نہیں! یہ بات نہیں البتہ تم ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو گئے۔"

(کتاب الصفین صفحہ ۲۱۱، شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۸۵، تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۲۶۶ وغیرہ)

اس چھیڑ چھاڑ کے باوجود اُن کے جو باہمی تعلقات تھے اُن میں کوئی فرق نہ آتا اور نہ وہ ایک دوسرے سے وابستگی کمزور پڑتی جو مصلحت اور ذاتی اغراض کی پیدا کردہ تھی۔ یہ وہ دلستانِ مقابلہ تھا کہ مکر و فریب میں ہم زیادہ ہیں یا تم، اگر تم میں زیادہ ہے کہ ہم میں؛ ذہنی ریاضت تھی جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں دونوں کرتے رہتے تھے، مقصد و غرض و غایت دونوں کی ایک تھی اور اس مقصد سے نہ معاویہ نے ایک لمحہ کے لیے نگاہ ہٹائی نہ عمرو عاص نے۔

عمرو عاص جس وقت معاویہ کو امیرالمومنینؑ سے مقابلہ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے تو دقعتاً ان کا منشا یہ نہ تھا کہ معاویہ علیؑ کے مقابلہ پر نکل ہی آئیں، وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ علیؑ کے مقابلہ میں جانا موت کے جبڑوں میں جانا ہے وہ معاویہ کو بھیج ہی نہیں سکتے تھے اس صورت میں تو اُن کا مقصد بھی فوت ہو جاتا۔ مصر کی حکومت کے خواب کیسے پورے ہوتے؟ انھوں نے یہ حرکت صرف اس لیے کی تاکہ معاویہ کی بزدلی عالم آشکار ہو جائے وہ زیادہ اڑیں نہیں اور اسی سطح پر رہیں جہاں انھیں ہونا چاہیئے۔ اس پورے عرصہ میں جس دن سے کہ ان دونوں میں گٹھ جوڑ ہوئی تھی اُن کی کیفیت مکر و فریب کے گھوڑدوڑ کے گھوڑوں کی تھی ہر ایک چاہتا تھا کہ اپنے رفیق سے آگے نکل جائے چالبازی دھوکہ دہی میں دوسرے کو برا د

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

سے جی چراتے تھے۔ عمرو عاص کی حالت یہ تھی کہ اُٹھتے بیٹھتے حرث بن نضر کو بُرا بھلا کہتے رہتے۔ حرث نے چند اشعار کہے جن کا مطلب یہ تھا کہ:۔

"یہ عمرو عاص! جب تک علیؑ کا اور ان کا سامنا نہ ہو گا۔ حرث کا تذکرہ کرنا نہیں چھوڑیں گے
کاش اُن کی مڈبھیڑ معرکۂ کارزار میں علیؑ سے ہو جائے جو اپنے کاندھے پر شمشیر لیے ہوں گے
اور بڑے بڑے بہادروں کو خاطر میں نہ لاتے ہوں گے......
اس وقت اے عمرو! تمھیں اس فخر و ناز سے راحت مل جائے گی اور تم ہاشمی جوان سے ملاقی ہو گے
اگر ہمیشہ کی عزت چاہتے ہو یا موت کی تمنا ہے تو علیؑ سے ملاقات کر و علیؑ تمھارے لیے
سب ہی کچھ ثابت ہونگے"

یہ اشعار کافی مشہور ہوئے، عمرو عاص کو بھی معلوم ہوئے انھوں نے خدا کی قسم کھائی کہ میں ضرور علیؑ سے مقابلہ کروں گا چاہے ہزار مرتبہ کیوں نہ مرنا پڑے۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھے تو عمرو عاص نیزہ

اس کی اکڑ نکال دے۔ ہر ایک کو اپنے اوپر بڑا بھروسہ تھا اور سمجھتا تھا کہ میں ہی بہت زیادہ عقلمند و ہوشیار ہوں میری ٹکر کا کوئی نہیں۔

ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے چھیڑ چھاڑ ہوتی رہتی ایک دوسرے پر وار کرتے رہتے پھر بھی اُن کی ساری توجہ علیؑ پر مرکوز تھی، اُن کی امکانی کوشش تھی کہ علی کسی طرح ہمارے دام فریب میں گرفتار ہو جائیں اسی دن جبکہ لڑائی زور و شور سے جاری تھی اور معاویہ کا پلہ بھاری پڑ رہا تھا اُن کی فوج کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور جیت کے آثار بھی ظاہر تھے۔ یہ دونوں سرچلے سازشی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ شام کے قبیلہ خثعم کے سردار عبداللہ بن حنش کو بلاکر ابی کعب خثعمی سے گفتگو کرنے کو روانہ کیا جو امیرالمومنین کے طرفداروں میں تھا اور عراق کے قبیلہ خثعم کا سردار تھا۔ عبداللہ نے ابی کعب سے کہا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی ہاتھ روک لو اور ہم بھی روک لیں اگر تمھارے امیر (علی ابن ابی طالب) غالب آگئے تو ہم تمھارے ساتھ ہو جائیں گے اور اگر ہمارے امیر معاویہ غالب آگئے تو تم ہمارے

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

لے کر علیؑ پر حملہ آور ہوئے علیؑ نے گھوڑے کو جو لگائی تو وہ اُن پر چڑھ بیٹھا عمرو عاص نے اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا دونوں ٹانگیں اُٹھا دیں اور شرمگاہ کھول دی۔ امیرالمومنینؑ نے منہ پھیر لیا اور اُسے چھوڑ کے پلٹ آئے۔ یہ واقعہ امیرالمومنینؑ کی شرافت نفس کا محیرالعقول شاہکار سمجھا گیا اور ضرب المثل بن گیا۔ (کتاب الصفین ص۲۲۴۔ شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۱۱)

علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا تم علیؑ کے مقابلہ میں بزدلی دکھاتے ہو اور میں جو تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اُسے مشکوک سمجھتے ہو خدا کی قسم میں ضرور علیؑ سے مقابلہ کروں گا چاہے ہزار مرتبہ کیوں نہ مرنا پڑے عمرو عاص نے مقابلہ کیا علیؑ نے نیزہ کا وار کر کے پچھاڑ دیا اُنھوں نے اپنی شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچائی، علیؑ نے اُنھیں چھوڑ دیا اور اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیا۔ حضرت علیؑ نے ازراہ شرافت کبھی کسی کی شرمگاہ کی طرف نظر نہیں کی اور ہمیشہ حرام باتوں سے مجتنب رہے، آپ ایسے انسان کے لیے ایسی چیز زیبا بھی نہیں تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۹۱)

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ معاویہ نے عمرو عاص کو قسمیں دیں کہ تم ضرور علیؑ سے مقابلہ کرو۔ عمرو کے لیے کوئی چارہ کار نہ رہا بادل ناخواستہ میدان میں آئے علیؑ نے رجز پڑھ کے اپنے کو پہچنوایا اور تلوار کا وار کیا کہ قصہ ہی ختم کر دیں مگر عمرو نے اپنی شرمگاہ کھول دی اور کہا آپ کا بھائی مجبور بندہ بے بس ہے کوئی بہادر نہیں۔ علیؑ نے اپنا منہ پھیر لیا اور کہا خدا تمھارا ناس کرے۔ عمرو جلد ہی سے اپنی فوج میں آملا۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص۲۵)

ساتھ ہو جاتا۔"

مگر ابی کعب اس دھوکہ میں نہ آئے وہ سمجھ گئے کہ یہ پیشکش قرابت و رشتہ داری کے بنا پر نہیں کیگئی بلکہ امیرالمومنینؑ کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ آپکے اعوان و انصار آپکی حمایت سے ہاتھ روک لیں اور امیرالمومنین اکیلے رہ جائیں شام کے قبیلہ خثعم والے ہاتھ روک بھی لیتے تو معاویہ کا کوئی نقصان نہ تھا اُن کی فوج کی تعداد علیؑ کی فوج سے کہیں زیادہ تھی۔ برخلاف امیرالمومنینؑ کی سپاہ کے وہ یوں بھی کم تھی اگر ان میں سے بھی کچھ کم ہو جاتے تو آپ ہی کا نقصان ہوتا۔ جب یہ چال ناکام ہو گئی تو دوسری چال چلی گئی۔ شام کے قبیلہ خثعم کے سردار نے عراق کے خثعم والوں کو سنا کر اپنی جماعت سے کہا۔

"سے گروہ خثعم ہم نے اپنی قوم کے عراقی لوگوں کے سامنے یہ بات پیش کی تھی کہ ہم لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھائیں آپس کی قرابت و رشتہ داری کا خیال کریں مگر انھوں نے انکار کیا اور ہم لوگوں سے لڑنے ہی پر مصر ہیں خیر تم اپنی تلواریں روکے رہو۔"

ابی کعب پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کے کہا۔

"بھائیو تمھاری جنگ جاری رہے ہاتھ نہ رکے جہاں تک ہو سکے اُن کے پیروں پر مارو کہ یہ بے کار ہو جائیں۔"

عبداللہ بن حنش نے دوبارہ کہا۔

"ابوکعب! یہ دونوں طرف کے لوگ تمھارے ہی قبیلہ کے ہیں انصاف سے کام لو۔"

مگر ابوکعب پر اس دہائی کا کوئی اثر نہ ہوا اپنے امام کی محبت اور فریضۂ اطاعت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہونے دی وہ دشمن کی صفوں کو درہم و برہم کرکے آگے بڑھتے گئے یہاں تک درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

خود قاتل نے ان کے سرہانے بیٹھ کر اُن کا ماتم کیا اور حسرت و اندوہ بھرے لہجہ میں کہا۔

"خدا رحمت نازل کرے تم پر ابوکعب! میں نے ایسے لوگوں کی اطاعت میں داخل ہو کر تمھیں قتل کیا جن سے تم زیادہ میرے قریبی رشتہ دار اور اُن سے بڑھ کر مجھے محبوب تھے۔ لیکن خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہوں۔ میرا تو یہی خیال ہے کہ شیطان نے ہمیں اپنا تختہ مشق بنایا ہے اور قریش والے ہم لوگوں سے کھیل کھیلے ہیں۔"

ابوکعب کے مارے جانے پر اُن کے فرزند کعب نے بڑھ کر علم ہاتھ میں لے لیا اُن کی آنکھ پر نیزہ لگا وہ بھی گر پڑے اس کے بعد شریح بن ہانی نے علم سنبھالا اور پورے جوش و خروش سے لڑے یہاں تک کہ اسّی آدمی اُن کی قوم کے کام آ گئے۔ شام کے قبیلہ کے بھی اتنے ہی آدمی مقتول ہوئے پھر شریح نے وہ علم کعب کے ہاتھوں میں دیدیا۔

اسکے بعد معاویہ اور عمرو عاص نے ایک اور چال چلی جو سب سے زیادہ خطرناک تھی جس وقت امیرالمومنینؑ کا میمنہ درہم و برہم ہو گیا اور امیرالمومنینؑ کے لشکر کی یہ حالت ہو گئی کہ کچھ لوگ تو بدحواسی کے عالم میں تھے کچھ لوگوں نے پسپائی اختیار کی تھی کچھ لوگ جان بچا کے میدان ہی سے راہ فرار اختیار کر رہے تھے اس وقت عبیداللہ بن عمر امام حسنؑ کے پاس دوڑے آئے اور کہا۔

"آپکے پدر بزرگوار نے قریش والوں کو پہلے بھی صدمے پہونچائے اور بعد میں بھی، اب وہ سب کے سب اُن کے خون کے پیاسے ہیں........"

یہ صحیح بھی ہے امیرالمومنین نے واقعاً قریش والوں کو صدمے پہونچائے تھے پہلے اُس وقت جب وہ کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے تھے پتھروں کے آگے سر جھکاتے تھے مگر خدا کو سجدہ کرنے سے منکر تھے پھر زمانۂ اسلام میں اس وقت انھیں صدمہ پہونچایا جب کہ قریش کی پیشانیاں دنیاوی جاہ و جلال کے آگے سجدہ ریز تھیں پتھروں کو چھوڑ کر اب سیم و زر کی پرستش میں مصروف تھے۔

بدر میں اسی طرح صدمے پہونچائے جیسے جمل میں، اور احد اسی طرح جس طرح صفین میں۔ اس وقت سے لے کر آج تک علیؑ کے خلاف قریش والوں کو کوئی ایک ہی غم و غصہ نہ تھا بلکہ بے شمار گھاؤ تھے اُن کے دل پر اُن عزیزوں کا صدمہ جو علیؑ کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے اس علم و فضل فضائل و مناقب اسلامی خدمات کا غصہ جو علیؑ سے مخصوص تھے اور قریش والے اس سے محروم پہلے جب تک قریش والوں کا بس چلا محمدؐ سے عداوت کی اُن سے حسد و کینہ رکھا اور جب اُن کے آگے کچھ نہ چلی نبی خدا نے انھیں مظفر و منصور کیا تو اُن کی آنکھ بند ہونے کے بعد اس کا رُخ علیؑ کی طرف پھیر دیا گیا۔

عبیداللہ بن عمر نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"......... ایسا کیجیے کہ آپ ان کا ساتھ چھوڑ کر ادھر چلے آئیے ہم آپ ہی کو خلیفہ بنا لینگے"

امام حسنؑ تڑپ گئے جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو چیخ کر کہا

"ہرگز نہیں خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا"

پھر آپنے انتہائی حقارت بھری نظریں عبیداللہ کے چہرے پر ڈال کر کہا۔

"شیطان ہی نے تمھیں یہ بات سجھائی ہے..... فرزند عمر عنقریب خدا تمھیں پچھاڑے گا اور منھ کے بل تم کو پٹکے گا ......میرا اندازہ ہے کہ تم آج سے لے کر کل تک ضرور مارے جاؤ گے"

امام حسنؑ اُسے چھوڑ کر دوسری طرف ہٹ گئے اور عبیداللہ بن عمر اپنی زندگی کی بقیہ گھڑیاں گننے لگے۔ (الامام علی بن ابی طالب جلد چہارم)

اس وقت معاویہ کا پلہ بھاری تھا امیرالمومنینؑ کا میمنہ ابھی تک درہم و برہم تھا جسے مالک اشتر ادھر ادھر سے سنبھالتے پھرتے تھے۔ قلب لشکر میں امیرالمومنینؑ کے یمن والوں کی خاصی تعداد تھی وہ

سب کے سب پیٹھ پھرا چکے تھے میسرہ میں ایک تو قبیلہ مضر والے تھے دوسرے قبیلہ ربیعہ والے۔ ربیعہ والے تو ڈٹے ہوئے تھے مگر مضر کے لوگ میدان سے ہٹ گئے تھے پورا لشکر تتر بتر ہو رہا تھا صرف امیر المومنینؑ کی محیّر العقول قوت قلب اور ثبات قدم تھا جو شکست فاش کو روکے ہوئے تھا۔ عبید اللہ بن عمر نے شام کے میمنہ والوں سے پکار کر کہا قبیلہ ربیعہ والوں کی طرف اشارہ کر کے جو امیر المومنینؑ کے میسرہ کو سنبھالے بڑی سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔

"اے شام والو! اگر تم نے اس قبیلہ (ربیعہ) کو شکست دیدی تو عثمان کے خون کا بدلہ لے لوگے علیؑ بھی ہلاک ہو جائیں گے اور عراق والے بھی۔

شام والے تلواریں سونت سونت کر ابن عمر کی ہمراہی میں ربیعہ والوں پر پل پڑے یہ سب کے سب قبیلہ حمیر کے افراد تھے جن کا سردار ذوالکلاع حمیری تھا ان میں اور قبیلہ ربیعہ میں پرانی عداوت تھی۔ یہ لوگ تعداد میں چار ہزار سے کچھ اوپر تھے معاویہ نے ان کی اسی دیرینہ عداوت سے کام نکالا اور انھیں ربیعہ والوں کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کیا تھا۔ اتنے خوں ریز معرکے کے بعد بھی ان میں سستی پیدا نہ ہوئی تھی۔ ان کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہم باطل کی حمایت پر کمر بستہ اور حق سے برسرِ پیکار ہیں، خود ذوالکلاع حمیری بھی پوری گرمی سے جنگ میں حصہ لے رہا تھا۔ آج ذرہ برابر اسے تردد لاحق نہ تھا حالانکہ وہی تین دن پہلے شک و شبہ سے اسکی عجیب حالت تھی اور قریب تھا کہ وہ جنگ سے کنارہ کش ہی ہو جائے۔ بلکہ معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر اپنی قوم کے ساتھ امیر المومنینؑ سے جا ملے۔ لیکن آج اس نے ہر قسم کے شک و شبہ کو دل سے دور کر دیا تھا اور پوری دلجمعی سے لڑائی میں شریک تھا۔

شک و شبہ کی وجہ وہ فقرہ تھا جو کئی برس ہوئے اس نے کسی موقع پر سنا تھا اور ابھی تک اسکے حافظہ میں اسکی یاد تازہ تھی۔ جب اسے اس فقرہ کا خیال آتا تو اس کے جوڑ بند کانپنے لگتے اور دل تھرا اٹھتا۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی ابو نوح حمیری کو جو امیر المومنینؑ کے جاں نثاروں میں شامل تھا کہلا بھیجا کہ:۔

"ہم تم سے ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں"

ابو نوح اطمینان کرنے کے بعد کہ واپسی تک اس سے تعرض نہ کیا جائے گا اس کے پاس آیا ذوالکلاع نے کہا:۔

"ہم نے تمھیں اس لئے بلایا ہے کہ تم سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جو بہت دن ہوئے ہم سے عمرو عاص نے بیان کی تھی حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں"

ابو نوح نے پوچھا

"وہ کونسی حدیث ہے؟"

"عمرو نے بیان کیا تھا کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا "اہل شام و اہل عراق کی مڈبھیڑ ہوگی ایک لشکر

حق پر ہوگا اس میں ہدایتؐ کا امام ہوگا اور عمار اسی کے ساتھ ہوں گے۔"
ابو نوح کی آنکھیں چمکنے لگیں بولا۔
"خدا کی قسم عمار ہم میں موجود ہیں۔"
"کیا واقعاً وہ شریک جنگ ہیں؟"
"ہاں خدا کی قسم۔ جتنی شدت کے ساتھ ہم تم سے لڑ رہے ہیں اس سے زیادہ وہ لڑانے میں سخت و شدید ہیں حالانکہ خود میری یہ کیفیت ہے کہ میرا بس نہیں چلتا کہ تم سب کو ایک ہی مرتبہ میں حلال کردوں اور سب سے پہلے تمہیں کو قتل کروں حالانکہ تم میرے ابن عم ہو۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

سلہ نصر بن مزاحم وغیرہ نے ذوالکلاع کی اس تحقیق حدیث عمار کے متعلق ایک دوسری روایت بھی لکھی ہے جسے علامہ محسن آملی طاب ثراہ نے بھی اعیان الشیعہ جلد سوم میں نقل کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس روایت کو بھی یہاں نقل کردیں۔

ذوالکلاع نے ابو نوح سے مذکورہ بالا گفتگو کے بعد کہا:-

"کیا تم سے ہو سکتا ہے کہ تم میرے ساتھ شام کے لشکر میں چلو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ تم عمرو عاص سے عمار کی کیفیت اور ہم سے جنگ کرنے میں ان کی مستعدی کا ذکر کرنا ممکن ہے اس ذریعہ سے دونوں لشکر میں صلح ہو جائے۔"

"تم خود بھی غدار ہو تمہارے لشکر والے بھی غدار ہیں تم خود اگر غداری نہ بھی کرنا چاہو تو یہ لشکر والے تمہیں بھکا کر غداری پر مجبور کردیں گے۔"

"میں اس کا ذمہ لیتا ہوں نہ تم قتل کیے جاؤگے نہ تمہاری تلوار چھینی جائے گی نہ تمہیں بیعت پر مجبور کیا جائیگا اپنے لشکر میں واپس جانے سے تمہیں روکا جائیگا۔ بس صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم عمرو عاص سے مل کر عمار کی کیفیت بیان کردو۔"

دونوں لشکر شام میں پہونچے عمرو عاص معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ذوالکلاع نے عمرو سے کہا۔
میں ایک مرد ناصح اور راست گو کو تمہارے پاس لایا ہوں جو تم سے عمار کا صحیح حال بیان کرے گا۔"
"وہ کون ہے؟"
"یہ میرا چچا زاد بھائی ابو نوح جو کوفہ کا رہنے والا ہے۔"
عمرو عاص نے ابو نوح سے کہا میں تیرے چہرے پر ابو ترابی نشان پاتا ہوں۔
ابو نوح نے کہا
"میرے چہرے پر محمد مصطفےٰؐ کی پیروی کا نشان ہے اور میں تمہارے چہرے پر ابوجہل و فرعون کی پیشانیاں دیکھ رہا ہوں۔"

ذوالکلاع نے حسرت و افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔

"واللہ ہو تم پر، آخر تمھیں میری جان لینے کی تمنا کیوں ہے؟ ہم میں تم میں جو رشتہ اور تعلقات ہیں وہ ہم نے نہیں توڑے۔ تم ہمارے نزدیکی رشتہ دار بھی ہو ہیں تو تمھیں قتل کرکے خوش نہیں ہوں گا۔"

ابو نوح پر ذوالکلاع کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اس نے جواب دیا۔

"خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ نزدیک سے نزدیک رشتے قطع کر دیئے ہیں اور دور دراز کے رشتوں کو قریب تر بنا دیا ہے۔ میں تم سے اور تمھارے ساتھیوں سے جنگ میں کمی نہ کروں گا، ہم حق پر ہیں تم لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲)

ابوالاعور سلمی نے تلوار سونت لی اور کہا "یہ جھوٹا اور ذلیل شخص خود ہمارے منہ پر ہمیں گالیاں دے رہا ہے ہم منع کر سکتے۔

ذوالکلاع نے کہا "اللہ کی قسم اگر تم نے ذرا بھی ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری ناک توڑ ڈالوں گا، یہ میرا چچا زاد بھائی ہے اور میری پناہ میں ہے میں اسلئے لایا ہوں کہ جو شبہ واقع ہوا ہے رفع کرے۔

عمرو عاص نے پوچھا "کیا عمار تم میں موجود ہیں؟

ابو نوح نے کہا "میں تمھیں عمار کے متعلق اس وقت تک کچھ نہ بتاؤں گا جب تک تم یہ نہ کہو گے کہ عمار کو کیوں پوچھ رہے ہو؟ ہمارے ساتھ بہت سے اکابر صحابہ موجود ہیں اور سب کے سب تم سے جنگ کرنے کے لیئے مستعد و مشتاق ہیں"

عمرو عاص نے کہا "میں عمار یاسر کو اس لیئے دریافت کرتا ہوں کہ میں نے پیغمبر خداؐ سے یہ حدیث سنی ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور عمار کے شایان شان نہیں کہ وہ حق سے جدا ہوں اور آتش جہنم انھیں ہرگز ہرگز نہ پہونچا سکے گی۔"

ابو نوح نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر خدا کی قسم عمار ہمارے ساتھ ہیں اور تم سے انتہائی سرگرمی سے برسرپیکار ہیں۔

عمرو عاص نے کہا "کیا واقعی وہ ہم سے سخت جنگ کر رہے ہیں؟

ابو نوح نے کہا ہاں! خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم یہی بات ہے اور وہ تم سے جنگ کرنے کے از حد مشتاق ہیں جب ہم لوگ جنگ جمل میں مشغول تھے تو انھوں نے ایک دن مجھ سے کہا تھا کہ اطمینان رکھنا چاہیئے ہم فتحیاب ہوں گے۔ اور کل مجھ سے بیان کر رہے تھے کہ اگر معاویہ کی فوجیں ہمیں شکست دیکر مدینہ کی کھجوروں تک بھی بھگا لیجائیں تب بھی ہمارے اس یقین میں کمی نہ ہوگی کہ ہم حق پر ہیں اور شام والے باطل پر اور ہمارے مقتولین جنت میں ہوں گے اور تمھارے جہنم میں۔"

عمرو عاص نے کہا "تم سے ہو سکتا ہے کہ ہماری ان سے ملاقات کرا دو۔

ابو نوح نے کہا ہاں، چنانچہ ابو نوح جناب عمار کو بلا لائے

عمار یاسر اور عمرو عاص کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ عمرو عاص نے کلمۂ شہادت (اشہد ان لا الہ)

باطل ہو۔ ائمہ کفر اور سرگروہ مشرکین کے تم لوگ طرفدار ہو۔"

ذوالکلاع لرز اٹھا۔ یہ حدیث خود عمرو عاص کی روایت کردہ تھی اسی کی زبان سے اس نے سنی تھی اگرچہ اسے کئی برس ہوگئے تھے۔ وہ عمرو عاص کے پاس جاکر پھر اٹھا۔

"وسے ہو کیا تم نے یہ حدیث ہم سے بیان نہ کی تھی"

عمرو عاص نے مسکرا کے کہا:۔

"عمار اس وقت علیؑ کے ساتھ ہیں تو کیا ہوا؟ وہ عنقریب پلٹ آئیں گے۔ وہ ابوتراب کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجائیں گے"

ذوالکلاع پر یہ فریب پوری طرح کارگر ہوا اس نے سوچا عمرو عاص نے ٹھیک ہی کہا ہوگا جب سے یہ صفین کی لڑائی شروع ہوئی تھی بہت سے لوگ ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے، لوگوں کے نظریات میں تبدیلی ہوتی رہی۔ کل تک وہ معاویہ کیساتھ تھے آج علیؑ کے ساتھ ہیں آج علی کی طرف ہیں تو کل معاویہ کیطرف یہ لڑائی تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی ہے عجیب متضاد باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ اسی امید میں اس نے رات بسر کی کہ کل صبح عمار بھی ہم لوگوں کی طرف آجائیں گے۔

لڑائی کے ساتھ معاویہ کی ریشہ دوانیاں بھی پورے طور پر جاری تھیں پانچواں کالم (سازشی جماعت) اپنے جوڑ توڑ میں مصروف بڑی مستعدی سے زہر پھیلا رہا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳)

الا اللہ) زبان پر جاری کیا جناب عمار نے کہا خاموش رہو تم تو اس کلمہ کو محمدؐ کی زندگی ہی میں چھوڑ چکے ہو ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس کلمہ کے۔

عمرو عاص نے کہا میں ان سب باتوں کے لیئے نہیں آیا ہوں میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ آپ اس لشکر میں بہت معزز و محترم ہیں سبھی آپکے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ان لشکر والوں کو لڑائی سے روکیئے ان کا خون نہ بہنے دیجیئے آخر اس لڑائی کا سبب کیا ہے؟ کیا ہم سب ایک ہی خدا کی عبادت نہیں کرتے کیا ہم آپکے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھتے۔ آپ کی کتاب نہیں پڑھتے۔ آپ کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے؟

عمار خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے منہ سے یہ بات نکلوادی کہ قبلہ، دین، عبادت الٰہی، نبی، کتاب ہماری اور ہمارے اصحاب کی ہے تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی نہیں۔ خدا کا شکر جس نے تمہیں یہ اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور کیا۔ اور تمہیں گمراہ و گمراہ کن قرار دیا، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ اور اس نے تمہیں اندھا بنا دیا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیوں میں نے تم سے اور تمہارے اصحاب سے جنگ کی۔ پیغمبرؐ خدا نے مجھے حکم دیا تھا کہ ناکثین (اصحاب جمل) سے جنگ کرنا وہ میں کر چکا اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ قاسطین سے جنگ کروں قاسطین تم ہی لوگ

دو آدمی امیرالمومنینؑ کی فوج میں ایسے تھے کہ انھیں اس جنگ میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ انھیں کے طرزِ عمل پر فتح و شکست بہت کچھ موقوف تھی ایک خالد بن معمر قبیلہ ربیعہ کا سردار جس کے قبیلہ والے اس وقت پورے جوش و خروش سے مصروفِ جنگ تھے وہ تلوار سے، ہاتھ سے، جان و دل سے دانت اور ناخن سے علیؑ کے دشمن کی مکابولی کر رہے تھے۔ بڑے بڑے سورماؤں نے پیٹھ پھرالی تھی بہت بڑی تعداد فوج کی جنگ سے منہ موڑ چکی تھی مگر اُن کے جوش و ولولہ میں ذرہ برابر کمی نہ آئی تھی۔
دوسرا شخص اشعث بن قیس تھا جو ابھی تک امیرالمومنینؑ کی حمایت پر کمربستہ تو تھا مگر اس میں خود پسندی انتہا درجہ کی تھی اپنی رائے کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جنگ صفین کے اتنے پیسے انجام میں انھیں دونوں کا ہاتھ تھا۔
پہلا بیج نفاق کا تو وہ تھا جو معاویہ نے اس دن عین جنگ کے دوران بویا اپنے بھائی عتبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ)
ہو۔ ۔ وہ گئے مارقین اب پتہ نہیں کہ اُن سے جنگ کرنے کا موقع ملے گا یا نہیں ۔ اے ابتر! (منقطع النسل) کیا تمھیں خبر نہیں کہ حضرت سرورِ کائنات نے علیؑ کے لیے فرمایا ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ جس شخص کا میں مالک و مختار ہوں علی اس کے مالک و مختار ہیں خداوند تو دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ تو میں خدا کا مطیع و فرمانبردار ہوں اس کے رسول کا مطیع و فرمانبردار ہوں اور ان کے بعد علیؑ کا اطاعت گذار ہوں اور تمھارا آقا کوئی نہیں یہ
عمرو عاص ۔ ابو الیقظان میں تو آپ کو گالیاں نہیں دیتا آپ کیوں مجھے دیتے ہیں۔
عمار تم مجھے گالی دے بھی کیا سکتے ہو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے کسی دن بھی خدا و رسول کی نافرمانی کی؟
عمرو عاص ۔ یہ نہ سہی اسکے سوا دوسری برائیاں تو آپ میں ہیں؟
عمار ۔ عزت دار وہی ہے جسے خدا عزت والا کرے میں پہلے پست درجہ کا انسان تھا خدا نے مجھے بلندی بخشی پہلے غلام تھا اس نے مجھے آزاد کیا پہلے کمزور تھا اس نے مجھے قوی کیا پہلے محتاج تھا اب اس نے غنی کر دیا ہے۔
عمرو عاص ۔ اچھا قتلِ عثمان کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟
عمار ۔ اسی نے تو تم لوگوں کے لیے ہر برائی کا دروازہ کھول دیا ہے۔
عمرو ۔ تو علی ہی نے عثمان کو قتل کیا؟
عمار ۔ علی مرنے نہیں بلکہ معبودِ برحق جو علیؑ کا پروردگار ہے اُس نے انھیں قتل کیا۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم صفحہ ۱۷۶ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)
دونوں میں بات کافی بڑھ گئی شام والے اٹھ کر واپس چلے آئے معاویہ نے ساری روداد سن کر کہا:۔
"خدا کی قسم اگر حبشی غلام (یعنی عمار یاسر) کی بات عام ہو گئی تو تمام عرب ہلاک ہو جائے گا۔"

ابن سفیان کو بلا کر کہا۔

"اشعث بن قیس سے جا کر ملو اگر وہ راضی ہو گیا تو دوسرے بھی لوٹ جائیں گے"

عتبہ اشعث کو ڈھونڈھتا ہوا اس کے پاس پہونچا اور کہا۔

"میں عتبہ بن ابی سفیان ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٩٥)

ذوالکلاع کی اس حدیث کی تحقیق کے لیے بھیجی عمرو عاص وعمار کی ملاقات اور ان کا باہمی مناظرہ۔ یہ ایسی چیز نہ تھی جو شام والوں سے مخفی رہتی۔ بہت سے اگ جنھیں دنیا کے مقابلہ میں آخرت پیاری تھی۔ معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر امیرالمومنینؑ کی صفوں میں آگئے۔ معاویہ کو بڑا صدمہ تھا کہ عمرو عاص کو آخر سوجھی کیا؟ یہ حدیث بیان کیوں کی؟ انھوں نے عمرعاص سے کہلا بھیجا کہ تم نے شام والوں کو میرے خلاف کر دیا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ پیغمبرؐ سے تم نے جو بھی حدیث سنی ہو بیان کرتے پھرو، عمرو نے کہا مجھے کوئی غیب کا تو علم ہے نہیں میں نے یہ حدیث اس وقت بیان کی تھی جب میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ صفین کی جنگ پیش آئے گی اس وقت عمار سے ہمارے بھی تعلقات تھے اور تمھارے بھی۔ تم نے بھی تو اسی قسم کی بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں شام والوں سے پوچھ لو ــــ دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی مگر آخر معاویہ ہی کو جھکنا پڑا اور انھوں نے عمرو عاص کو منا لیا۔

ذوالکلاع جب مارا گیا تو معاویہ نے کہا۔

"مصر اگر میرے قبضہ میں آجاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی ذوالکلاع کے مارے جانے پر ہوئی"

نصر بن مزاحم لکھتے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ ذوالکلاع معاویہ کے اکثر احکام کو ٹھکرا دیتا تھا۔

لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ ذوالکلاع عمرو عاص کی بیان کردہ حدیث کی وجہ سے بہت ہی ڈانواں ڈول ہو گیا تھا۔ پھر عمار کی گفتگو میں بھی وہ موجود تھا اس سے بھی اسکے شکوک وشبہات میں ترقی ہوئی۔ معاویہ کو شدید تردد تھا کہ کہیں ذوالکلاع علی سے جا کر نہ مل جائے اور اس طرح ہمارے لشکر میں ایسا رخنہ پیدا ہو جائے جو پاٹے نہ پٹے۔

جب ذوالکلاع قتل ہو گیا تو یہ اندیشہ جاتا رہا۔

دوسری جگہ نصر بن مزاحم لکھتے ہیں "ذوالکلاع عمرو عاص سے پیغمبرؐ کی یہ حدیث سنا کرتا تھا جو آپ نے عمار کے متعلق فرمائی تھی "تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا اور آخری غذا تمھاری پانی ملا ہوا دودھ ہو گا" ذوالکلاع عمرو عاص سے پوچھا کرتا تھا کہ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ عمرو عاص تسلی دیتے کہ عمار جلد ہی ہمارے لشکر میں آجائیں گے جب عمار اور ذوالکلاع دونوں قتل ہو گئے تو عمرو عاص نے کہا۔

"معاویہ! خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس کے قتل پر زیادہ خوش ہوں خدا کی قسم اگر عمار کے قتل ہونے تک ذوالکلاع باقی رہتا تو وہ اپنی پوری قوم کے ساتھ علیؑ کی طرف جا ملتا اور ہمارا لشکر ہی ستیاناس ہو کر رہ جاتا" (کتاب الصفین نصر بن مزاحم، اعیان الشیعہ جلد سوم وغیرہ)

عظیم الشان سوانح عمری حضرت امیر المومنین

اعجاز الولی جلد اول

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح قرآن اسلام کا زندہ معجزہ ہے کہ شروع سے آج تک اس کے کروڑوں مخالفین گذر گئے مگر کوئی بھی اس کا جواب نہ لا سکا بالکل اسی طرح حضرت رسول خدا کے اہلبیت طاہرین اور خصوصاً حضرت امیر المومنین ع کی ذات بھی اسلام کا نہایت عظیم الشان اور بے مثل و نظیر معجزہ ہے کیونکہ حضرت کے مخالفین بھی کروڑوں گذر گئے جو آپ کے فضائل و کمالات، دینی خدمات، اسلامی احسانات چھپانے بلکہ مٹانے کی انتہک کوشش کرتے رہے اور اسلام میں آپ کا درجہ گھٹا کر دکھانے کے لئے دنیا کی بڑی زبردست اور قہار طاقتوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا مگر وہ لوگ کسی طرح آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکے اور اب بھی حضرت کے علمی و عملی اور دینی و دنیوی کارنامے کتابوں میں اس کثرت سے بھرے ہوئے ہیں کہ حضرت رسول خدا کے سوائے کسی کے بھی نہیں مل سکتے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خدا نے آپ کو حضرت رسول خدا کا نفس قرار دیا ہے۔ حجم ۵۰۰ صفحے قیمت سات روپے

قرآن ناطق — جلد دوم

جس میں دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید میں خدا اور حضرت رسول کے بعد جسقدر فضائل و مناقب، شرف و عزت، عظمت و جلالت حضرت امیر المومنین اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے بھرے ہوئے ہیں ان کا دسواں حصہ بلکہ سواں حصہ بھی کسی اور کا نہیں۔ علمائے اہلسنت کی معتبر ترین کتب تفسیر و حدیث کے حوالوں سے کلام مجید کی تقریباً ۳۵۰ آیتیں انتہائی شرح و بسط سے لکھی گئی ہیں جو حضرت امیر المومنین ع اور اہلبیت کے متعلق نازل ہوئیں

فضل اکبر — جلد سوم

جس میں صحاح ستہ۔ مشکوٰۃ۔ موطا امام مالک۔ مستدرک امام حاکم۔ مسند امام احمد۔ منتخب کنز العمال۔ اسد الغابہ۔ استیعاب۔ اصابہ۔ ازالۃ الخفاء۔ طبقات ابن سعد وغیرہ کی تمام وہ حدیثیں جو پیغمبر نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمائیں صفحہ و سطر کے حوالوں سے ترجمہ اور مفید حاشیوں کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔ قابل قدر اور لائق مطالعہ کتاب ہے

حجم ۳۴۰ صفحات قیمت پانچ روپے (عہ)

حضرت امیر المومنین جلد چہارم

(حصہ اولیٰ)

جس میں حضرت کے خاندان اور بزرگوں کے مفصل حالات لکھ کر حضرت کی ولادت باسعادت سے حضرت رسول خدا صلعم کی وفات حسرت آیات تک کے پورے سوانح زندگی کمال تحقیق و صحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ قیمت چار روپے (للعہ)

حضرت امیر المومنین جلد چہارم حصہ ثانیہ

پیغمبر خدا کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر کیا گذری، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ حکومت میں حضرت کو کیا کیا مصائب و شدائد جھیلنے پڑے، کیسی کیسی حق تلفیاں ہوئیں، جان لینے کی کیا کیا تدبیریں کی گئیں اور ان سب کے باوجود حضرت امیر المومنین کتنی سرگرمی اور جانفشانی کے ساتھ اسلام کی خدمت و اشاعت کرتے رہے، اسلامی حکومت کو تباہی اور بربادی سے بچانے کی کتنی کامیاب کوششیں کیں۔ [illegible] حجم ۶۲ [illegible] صفحات قیمت [illegible] (عہ)

پاکستان کے حضرات رسالہ اصلاح کا سالانہ چندہ اور جو کتابیں مطلوب ہوں ان کی قیمت جناب سید محمد حسین صاحب [illegible] کو دے کر دفتر اصلاح کھجوا بہار سے رسالہ و کتابیں طلب کریں۔

[illegible] کے حکم سے مطبع اصلاح کھجوا [illegible] میں چھپا